# مشیّت

## (مشیّت ، اِذن ، رَضا ، قَضا ، جَبر ، قَدر)


الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس



www.insaaniat.org

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 1 | حق پوش لوگوں کا مشیّت اور تقدیر کے متعلق عقیدہ۔ | 2 |
| 2 | علامہ کا اللہ ظالم ہے۔ | 6 |
| 3 | علامہ کے قلم سے ان کے حقیقی عقائد کی تردید بھی دیکھ لیں تو بات ہوگی۔ | 7 |
| 4 | علامہ کی چابک دستیوں اور اس طویل بیان کے مغالطات پر ایک سنجیدہ نظر ڈالیں | 11 |
| 5 | اللہ کی مشیّت، اذن و تقدیر اور رضا پر مختصر بیان | 14 |
| 6 | علامہ مجبوراً ہمارے اس اصولی و تخلیقی بیان کی جگہ جگہ تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ | 16 |
| 7 | اول۔ انسان آزاد و خود مختار ہے اس کو کائناتی سامان پر تصرف کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ | 17 |
| 8 | دوم۔ پوری کوشش اور خواہش اور وسائل کی موجودگی میں بھی انسان خدا کی اجازت اور مدد کے بغیر گناہ نہیں کر سکتا ہے۔ | 22 |
| 9 | تقدیر اور قانون کو سمجھنے کے لئے چند مثالیں اور اُن کے نتائج۔ | 24 |
| 10 | ہر قانون کا صحیح نتیجہ پہلے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ | 25 |
| 11 | اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا جو جیسا کرتا ہے اُسے ویسی ہی جزا یا بدلہ دیتا ہے | 28 |
| 12 | جہنم اور جنت لوگوں کے مختارانہ اعمال کے بدلے میں دیئے جائیں گے | 29 |
| 13 | تقدیر اور مشیت کو بطور بہانہ استعمال کر کے بدعملی کو اللہ کے ذمہ لگانے والے۔ | 30 |
| 14 | مودودی خود بھی قریشی مذہب کے عالم ہیں اور تقدیر کے متعلق عقیدہ وہی رکھتے ہیں مگر اُسے چھپاتے ہیں۔ | 34 |
| 15 | قریش نہ صرف اپنے بُرے اعمال کو تقدیر کے بہانے اللہ کے ذمہ لگاتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ کا حکم بھی یہی ہے۔ | 35 |
| 16 | قرآن اور مودودی تقدیر کے مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟ | 36 |
| 17 | آخری آیت 36/40 کی تشریح میں غیر مسلم محققین سے مدد لی گئی ہے۔ | 40 |
| 18 | دشمنانِ محمدؐ جو چاہیں کہیں اُن کیلئے لعنت اور جہنم کافی ہے مگر مومنین تو تخلیق کائنات و تقدیر سے اللہ و رسوؐل کی عظمت کو مانیں۔ | 45 |

| | | |
|---|---|---|
| 19 | کائنات کی موجودہ معلوم شدہ وسعتوں پر کبھی کبھی حساب لگایا کیجئے۔ | 46 |
| 20 | تقدیر خداوندی پر قرآن کی چند اور آیات اور مودودی کے کچھ اور بیانات۔ | 47 |
| 21 | مودودی کی تشریحات میں پھر تخلیق کائنات کو واضح کیا گیا ہے۔ | 48 |
| 22 | نباتات کے متعلق تقدیر اور مودودی کا ترجمہ و تشریح دیکھیں۔ | 49 |
| 23 | انسانوں کے علاوہ باقی مخلوقات کی تقدیر پر قرآن سے ایک آخری بیان۔ | 51 |
| 24 | تقدیر کے معاملے میں قرآن سے انسان کی پوزیشن اور مودودی کی تصدیقات۔ | 53 |
| 25 | دوسری تشریح اللہ کا کچھ ہستیوں کو تصرف اور ملکیت اور حکمرانی کے اختیارات دینا؟ | 55 |
| 26 | اللہ کے علاوہ کچھ اور ہستیاں بھی قابل حمد و ثنا اور شکریہ کی حقدار ہو سکتی ہیں | 56 |
| 27 | ایک اور تشریح انسان کے اختیارات و صلاحیتیں۔ | 57 |
| 28 | مشیتِ خداوندی اور رضائے خداوندی کا فرق بیان کر کے مودودی پھنس گئے۔ | 67 |
| 29 | مشیت کے معنی آزادانہ مختارانہ عطا شدہ سامان اور صلاحیتوں اور قدرتوں کو قوانین خداوندی یا تقدیرات پر استعمال کرنا۔ | 69 |
| 30 | فریب سازی کے لئے مودودی کی ایک تشریح بہترین مثال بنتی ہے؟ | 72 |
| 31 | مودودی تشریح نے اللہ کے علم کو تقدیر بنا کر آدمی کو تقدیر کے ہاتھ میں مجبور دکھایا | 72 |
| 32 | دوسری تشریح جس میں مودودی صاحب اللہ کے اور خود اپنے خلاف لکھتے ہیں۔ | 73 |
| 33 | مودودی نے اس ترجمہ اور تشریح میں انسانوں کو مجبور اور کٹ پتلی ثابت کر دیا ہے | 74 |
| 34 | قارئین کے مزید اطمینان کے لئے چند ضروری باتیں فریب سازی کا انکشاف۔ | 75 |
| 35 | مشیّت کے بارے میں مزید معلومات۔ | 84 |
| 36 | مشیّت اور تقدیر کا تعلق۔ | 92 |
| 37 | وہ بزرگ ترین ہستیاں جو مشیّت خداوندی اور رضائے الٰہی کے خلاف کبھی کچھ چاہتی ہی نہیں تھیں جو مشیّت اللہ تھیں۔ | 94 |
| 38 | انشاءاللہ، ماشاءاللہ اور مشیّت۔ | 97 |
| 39 | اِذن: (اجازت، حکم، عطا کردہ قدرت و اختیار) | 99 |
| 40 | قضا (فیصلہ)، قضائے الٰہی (خدا کے فیصلے): | 101 |

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

دین اسلام میں بولی جانے والی اصطلاحات کا علم ہر کلمہ گو کے لئے ضروری ہے تا کہ کوئی شخص دھوکا دے کر آپ کی دینی و اسلامی سپرٹ پر ڈاکہ نہ ڈال سکے اور آپ عقیدت مندی کے فریب میں نہ آ جائیں۔اس مختصر پمفلٹ میں مشیّت (انشاءاللہ، ماشاءاللہ، یشاء وغیرہ) اذن، رضا، قضا، قدر اور جبر کے متعلق حقائق بیان کریں گے۔آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ کس چابک دستی سے مذہبِ اسلام میں کفر پھیلایا گیا۔قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن کی منشاء کے خلاف پالیسیاں جاری کی گئیں۔اس متضاد و متخالف صورت حال میں انہیں جگہ جگہ حق کو تسلیم کرنا پڑا اور مناسب مواقع پر حق کو چھپانے کے لئے باطل کے پردے ڈالنا جاری رکھے گئے۔بہرحال ہم اُن کی دونوں پالیسیوں کو وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ آپ حق و باطل میں بے دریغ امتیاز کر سکیں اور یہ راز سمجھ سکیں کہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے چالاک و نام نہاد دانشور علماء کس طرح انسان کو ایک آزاد، خودمختار و صاحب عقل و ارادہ مخلوق جانتے ہوئے بھی انسانوں کے اپنے اور اپنے پیشواؤں کے گناہوں اور جرائم میں اللہ سبحانہ کو ملوث رکھتے ہیں اور ان کی بے بسی اور تعمیلِ ارشادِ خداوندی (قسمت و تقدیر و مشیت) کو آڑ بناتے ہیں اسی عقیدہ نے لوگوں کو گناہ کرنے کی جرأت دلائی۔

یہاں تک کہ یزید جیسے ظالم و فاسق و فاجر وملعون شخص نے بھی اپنے جرائم اور گناہوں خصوصاً واقعۂ کربلا، واقعہ حرّ ہ،توہینِ مسجدِ نبویؐ، خانہ کعبہ کی آتش زدگی کی پردہ پوشی اور خود کو حق پر ثابت کرنے کیلیئے انہی اصطلاحات کا سہارا لیا تھا اور آج بھی انہی اصطلاحات کے سہارے کچھ لوگ اسلام و محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں یعنی یزید اور یزید جیسوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے نظر آتے ہیں۔

**حق پوش لوگوں کا مشیّت اور تقدیر کے متعلق عقیدہ۔**

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ O (36/47)

”اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے خرچ کرو اس چیز سے کہ دیا تم کو اللہ نے کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں کیا کھلاویں ہم اس شخص کو اگر چاہتا اللہ کھلا دیتا اس کو نہیں تم مگر بیچ گمراہی ظاہر کے“ (رفیع الدین)

**بات کو ذرا مزید واضح کرنے کے لئے ہمارا ترجمہ ضروری ہے:**

”اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہیں اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرو تو حق کو چھپانے والا گروہ (”کافر“ کے اصل معنی) مومنین سے کہتا ہے کہ کیا ہم ایسے اشخاص کی ضرورت دور کریں اور انہیں کھانا کھلائیں جنہیں اللہ نے ضرورت مندو

محتاج بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں رزق دے سکتا تھا۔لہٰذا اس نے نہیں دیا تو ہم کیوں انہیں دیں؟ تم لوگ تو بالکل ہی گمراہ ہو گئے ہو اور خود خدا کی منشاء کے خلاف کام کرنے کا تقاضا کرتے ہو۔'' (احسن التعبیر صفحہ 1336)

قریشی لیڈروں کا یہ جواب نہ صرف بہت شاطرانہ تھا بلکہ انہوں نے یہاں اپنے اختیار کردہ مسئلہ تقدیر کو بھی سامنے رکھ دیا ہے۔منشاء ان کا یہ ہے کہ اگر اللہ نے لوگوں کو خود امیر و غریب، محتاج و غنی بنایا ہے ۔تو ہم محتاجوں اور ضرورتمندوں کو ان کی ضروریات میں مدد دے کر اللہ کے مخالف ٹھہریں گے۔اس لئے کہ وہ تو انہیں غریب ومحتاج وکنگال رکھنا چاہتا ہے اور ہم اس کی اسکیم کے خلاف ان کی مدد شروع کر کے انہیں غنی بنا دینے میں کوشاں ہو جائیں۔قارئین اگر واقعی یہ صحیح ہے کہ رزق کی کمی بیشی اللہ کی پسندیدہ پالیسی ہے اور وہ بعض لوگوں کو محتاج اور بعض کو غنی رکھنے میں خوش ہے تو قریش کا یہ اعتراض برحق اور لاجواب ہے۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ نہ کسی کو محتاج رکھنے میں خوش ہے نہ کسی کو رئیس وغنی بنا کر خوش ہے۔یہ سب کام اللہ کی مشیّت کے ماتحت وقوع میں آتے ہیں اور اللہ کی مشیّت اور رضامندی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔جس کو اگر ہر آیت کی تلاوت کے وقت ملحوظ نہ رکھا جائے تو ہر بُرا عمل، ہر بُری بات، ہر گناہ اور تمام کفر و بغاوت اللہ کے ذمہ عائد ہو جاتی ہے۔اور انسان بے قصور و

مجبور و بے گناہ اور مظلوم ثابت ہو جاتا ہے۔اور یہی کوشش رہی ہے وفات رسولؐ کے بعد تمام لیڈروں اور حکومتوں اور ان کے گھڑے ہوئے فلسفوں اور مذاہب کی کہ ان کا ہر فعل، ان کا ہر گناہ اللہ کے ذمہ عائد ہوتا چلا جائے اور انہیں ان کے قتل وغارت اور ظلم و ستم پر بُرا کہنے کے بجائے یہ کہا جائے گا کہ بھائیو! جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہو کر رہا۔اس کے آگے تمام انسان بے بس ہیں صبر کرو۔اگر اللہ نہ چاہتا تو تم پر یہ تباہی نہ آئی ہوتی۔یہی مذہب چلا آیا ہے۔تمام قومی علماء اور تمام سادہ دل لوگ یہی جملہ استعمال کرنے کے عادی بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔لیکن یہ تمام شیطانی عقائد ہیں، جن کو دل نشین کرتے چلے جانے کی علامہ مودودی اینڈ کمپنی نے پوری پوری کوشش کی ہے۔ہم ان کی کوشش کی ایک جھلک دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔لکھتے ہیں کہ:۔

(1)''اِذنِ الٰہی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 627)

(2)''تمام تغیرات کے پیچھے خدا کا دست قدرت ہے'' (ایضاً کالم دوسرا)

(3)''ہدایت وضلالت اللہ کے اختیار میں ہے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 670)

(4)''رزق کی کمی وبیشی اللہ کے اختیار میں ہے۔'' (ایضاً)

(5)جب تک اللہ نہ چاہے کسی کیلئے کچھ نہیں ہوسکتا'' (ایضاً جلد 3 صفحہ 788)

(6)اوّل وآخر تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' (ایضاً)

(7) رزق رسانی اللہ کے اختیار میں ہے'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 636)

(8) اللہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 796)

(9) اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت بخشتا ہے''۔
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 605)

علامہ نے اسی قسم کے سینکڑوں جملے استعمال کئے ہیں۔ اور بے تحاشا اور بے تکلف حسب ذیل تاثر سادہ دلوں میں پیدا کیا ہے۔ یعنی

(1) خواہ لوٹ مار ہو یا چوری وزنا ہو سب اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ اور

(2) کسی کو قتل کر کے اس کے خاندان کے حالات کو بدل دینا بھی خدا کا ہاتھ کرتا ہے۔ اور

(3) جس قدر لوگ گمراہ، کافر یا منافق ہیں، وہ سب اللہ نے کئے ہیں۔

(4) لوگوں کو کنگال ومحتاج اللہ خود کرتا ہے۔ وہی سرمایہ داری اور اجارہ داری کا ذمہ دار ہے۔

(5) جب اللہ چاہتا ہے تب ہی ایک زانی زنا کرتا ہے اسی کے چاہنے سے قاتل قتل کرتا ہے۔ ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے ہر گناہ تب ہی ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے۔

(6) تمام انسان مجبور ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اپنے اختیار سے کراتا ہے۔

ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں الفاظ ۔شآءَ۔یشآء۔اذن آئے ہیں ۔علامہ نے بلاتکلف مندرجہ بالا تاثر دیا ہے۔اور ترجمہ میں ذرہ برابر رعایتی الفاظ استعمال نہیں کیے مثلاً

علامہ کا اللہ ظالم ہے۔

وَمَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ( بقرہ ,2/102)

''اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے''

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 99)

یعنی لوگ جسے بھی نقصان پہنچاتے ہیں وہ اللہ کے اذن سے پہنچاتے ہیں ۔یعنی نقصان پہنچانے والا مجرم نہیں ہے وہ تو اللہ کے اذن کی تعمیل کرنے والا فرمانبردار بندہ ہے۔بتائیے کیا اس ترجمہ سے اس کے سوا کوئی اور تصور پیدا ہوتا ہے؟ یا ہوسکتا ہے؟اس کے برعکس اس آیت کا ہم نے یوں ترجمہ کیا ہے:

''اور یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ قانونِ خداوندی کے بغیر کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے''(سورہ بقرہ ۔2/102)

مثلاً اللہ کا قانون یہ ہے کہ ایک دھار دار آلہ اگر گردن یا کسی اور نرم چیز پر مارا جائے تو گردن اور وہ نرم چیز کٹ جائے گی ۔مجرم وہ ہوگا جو قانون خداوندی کو غلط جگہ استعمال کرے۔

علامہ کے قلم سے ان کے حقیقی عقائد کی تردید بھی دیکھ لیں تو بات ہو گی۔

بہر حال علامہ کہیں کہیں اپنی تشریحات میں اعتراضات سے بچنے کے لئے حق بات بھی کہہ جاتے ہیں۔لیکن وہ کون ہے جو ہر آیت کے ترجمے کے ساتھ ساتھ ہر ایک تشریح بھی پڑھے اور یاد رکھے؟ بہر حال ہم علامہ کی ایک ایسی تشریح نقل کرتے ہیں جو ان کی پوری تفہیم القرآن میں تمام تشریحات سے بڑھ کر ہے۔لیکن آپ نے اگر اسے غور سے پڑھا تو علامہ الزام کو دور کرتے کرتے بھی اللہ کو نہایت چابک دستی سے مجرم بنا جاتے ہیں۔اور اپنے عقیدے کو لپیٹ سپیٹ کر بہر حال بحال رکھتے ہیں۔سنیئے ہم ان کے چالاک جملوں یا الفاظ کو نمایاں کرتے چلیں گے:۔

”یہاں ہماری سابق تشریحات کے علاوہ یہ حقیقت بھی اچھی طرح ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور اس کی رضا میں بہت بڑا فرق ہے جس کو نظر انداز کر دینے سے بالعموم شدید غلط فہمیاں واقع ہوتی ہیں۔

1۔ کسی چیز کا اللہ کی مشیّت اور اس کے اذن کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا (یعنی دوسرے طور پر یہ معنی رکھتا ہے) کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے۔اور اسے پسند بھی کرتا ہے۔دنیا میں کوئی واقعہ کبھی صدور میں نہیں آتا۔

2۔ <u>جب تک کہ اللہ اس کے صدور کا اِذن نہ دے اور اپنی عظیم الشان اسکیم</u>

میں اس کے صدور کی گنجائش نہ نکالے اور اسباب کو اس حد تک مساعد نہ کردے کہ وہ واقعہ صادر ہو سکے۔

3۔ کسی چور کی چوری، کسی قاتل کا قتل، کسی ظالم و مفسد کا ظلم وفساد اور کسی کافر و مشرک کا کفر و شرک اللہ کی مشیّت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

4۔ اور اسی طرح کسی مومن اور کسی متقی انسان کا ایمان و تقویٰ بھی مشیّت الٰہی کے بغیر محال ہے۔ دونوں قسم کے واقعات یکساں طور پر مشیّت کے تحت رونما ہوتے ہیں۔

5۔ مگر پہلی قسم کے واقعات سے اللہ راضی نہیں ہے اور اس کے برعکس دوسری قسم کے واقعات کو اس کی رضا اور اس کی پسندیدگی و محبوبیت کی سند حاصل ہے۔

6۔ اگرچہ آخر کار کسی خیر عظیم ہی کے لئے فرمانروائے کائنات کی مشیّت کام کررہی ہے۔

7۔ لیکن اس خیر عظیم کے ظہور کا راستہ، نور و ظلمت خیر وشر اور صلاح وفساد کی مختلف قوتوں کے ایک دوسرے کے مقابلہ میں نبرد آزما ہونے ہی سے صاف ہوتا ہے اس لئے اپنی بزرگ تر مصلحتوں کی بنا پر وہ طاعت اور معصیت، ابراہیمیتؑ اور نمرودیت، موسویتؑ اور فرعونیت، آدمیّت اور

شیطنت، دونوں کو اپنا اپنا کام کرنے کا موقع دیتا ہے۔

8۔ اس نے اپنی ذی اختیار مخلوق (جن و انس) کو خیر و شر میں سے کسی ایک کے انتخاب کر لینے کی آزادی عطا کر دی ہے۔ جو چاہے اس کارگاہ عالم میں اپنے لئے خیر کا کام پسند کر لے اور جو چاہے شر کا کام۔

9۔ دونوں قسم کے کارکنوں کو جس حد تک خدائی مصلحتیں اجازت دیتی ہیں اسباب کی تائید نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کی رضا اور اس کی پسندیدگی صرف خیر ہی کے لئے کام کرنے والوں کو حاصل ہے۔ اور اللہ کو محبوب یہی بات ہے کہ اس کے بندے اپنی آزادیٔ انتخاب سے فائدہ اٹھا کر خیر کو اختیار کریں نہ کہ شر کو۔ اس کے ساتھ یہ بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ دشمنانِ حق کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مشیّت کا بار بار حوالہ دیتا ہے۔ اس سے مقصود دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے ذریعہ سے اہل ایمان کو یہ سمجھانا ہے کہ تمہارے کام کی نوعیت فرشتوں کے کام کی سی نہیں ہے جو کسی مزاحمت کے بغیر احکام الٰہی کی تعمیل کر رہے ہیں بلکہ تمہارا اصل کام شریروں اور باغیوں کے مقابلہ میں اللہ کے پسند کردہ طریقہ کو غالب کرنے کے لئے جدو جہد کرنا ہے۔ اللہ اپنی مشیّت کے تحت ان لوگوں کو بھی کام کرنے کا موقع دے رہا ہے جنہوں نے اپنی سعی و جہد کے لئے خود اللہ سے بغاوت کے راستے کو اختیار کیا ہے اور اسی

طرح وہ تم کو بھی ،جنہوں نے اطاعت و بندگی کے راستے کو اختیار کیا ہے، کام کرنے کا پورا موقع دیتا ہے۔

10۔ اگر چہ اس کی رضا اور ہدایت و رہنمائی اور تائید و نصرت تمہارے ہی ساتھ ہے (یہ غلط ہے ۔احسنؔ) کیونکہ تم اس پہلو میں کام کر رہے ہو جسے وہ پسند کرتا ہے۔

11۔ لیکن تمہیں یہ توقع نہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی فوق الفطرت مداخلت سے ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دے گا جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔یا ان شیاطینِ جن و انس کو زبردستی تمہارے راستے سے ہٹا دے گا جنہوں نے اپنے دماغ کو اور دست و پا کی قوتوں کو۔

12۔ اور اپنے وسائل و ذرائع کو حق کی راہ روکنے کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔نہیں ،اگر تم نے واقعی حق اور نیکی اور صداقت کے لئے کام کرنے کا عزم کیا ہے تو تمہیں باطل پرستوں کے مقابلہ میں سخت کشمکش اور جدوجہد کر کے اپنی حق پرستی کا ثبوت دینا ہوگا ورنہ معجزوں کے زور سے باطل کو مٹانا اور حق کو غالب کرنا ہوتا تو تمہاری ضرورت ہی کیا تھی اللہ خود ایسا انتظام کر سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی شیطان نہ ہوتا اور کسی شرک و کفر کے ظہور کا امکان نہ ہوتا‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 574-573)

## علامہ کی چابک دستیوں اوراس طویل بیان کے مغالطات پرایک سنجیدہ نظرڈالیں

سب سے پہلے تو یہ سن لیں کہ علامہ نے جو صفائی پیش کی ہے اور جہاں تک وہ حقیقت حال کے قریب پہنچے ہیں اس کے لئے اس طویل بیان کی ہرگز ضرورت نہ تھی اس لئے کہ وہ نہایت مختصر اور چند جملوں میں بیان ہوسکتا تھا لیکن چونکہ علامہ کو دفع دخل کرتے کرتے اپنے عقائد کو بھی بحال رکھنا تھا۔اس لئے یہ طومار جمع کیا ہے جس میں ہم نے نمبروار بارہ باتیں آپ کو نوٹ کرائی ہیں جن میں علامہ نے مشیّت اور اذن اور اللہ کی رضا کا فرق بتانے کے باوجود اپنا اُلو بہرحال سیدھا رکھا ہے۔لہٰذا آیئے علامہ کے اس بیان پر یوں نظرڈالیں کہ علامہ نے تفہیم القرآن کی اس پہلی جلد میں دھڑا دھڑ جبر کا عقیدہ ترجمہ میں دکھانا شروع کیا۔اور جب طرح طرح سے اور بار بار قاریوں کے ذہن میں وہ باطل عقائد جما چکے تو پانچ سو بہتّر صفحات کے بعد یہ وضاحتی بیان لکھا اور اسے بھی بارہ مرتبہ کمزور اور مشکوک کیا تاکہ جو کچھ دلوں میں جمایا تھا وہ بدستور جما رہے یعنی اگر علامہ کا بیان بے عیب اور قطعاً صحیح عقیدہ واضح کرتا تب بھی یہ تو کہا ہی جاسکتا تھا کہ علامہ نے پانچ سو چوہتّر صفحات میں سے صرف ڈیڑھ صفحہ میں حق اور پانچ سو بہتّر صفحات میں باطل بیان کیا ہے لیکن انہوں نے پہلی ہی بات میں ساری عمارت تعمیر کرنے سے پہلے گرادی اور کہہ دیا کہ:

(1) ''کسی چیز کا اللہ کی مشیّت اور اس کے اذن کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے اور اسے پسند بھی کرتا ہے'' (پہلا جملہ) علامہ کا مطلب واضح ہے کہ مشیّت اور اذن کے ماتحت رونما ہونے والے واقعات سے عموماً اللہ راضی بھی ہوتا ہے اور وہ واقعات اللہ کو پسند بھی ہوتے ہیں، مگر یہ لازم نہیں ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ وہ واقعات اللہ کی رضا اور پسند کے خلاف ہوں۔ یعنی نہ یہ لازم ہے کہ اللہ راضی ہو، نہ یہ لازم ہے کہ اللہ کو ناپسند ہی ہو۔ یعنی علامہ کی ساری اگلی پچھلی بحث اور دلائل خاک میں مل گئے اور عقیدہ جبر باقی رہا۔

(2) دوسری بات بھی بالکل صاف ہے کہ خواہ قتل ہو یا زنا ہو اللہ ان کے وقوع میں لانے کے لئے نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ قاتل اور زانی کے لئے اسباب و ذرائع فراہم کرتا ہے۔ بتایئے اور کیا باقی رہا جو اللہ کو ان جرائم کا ذمہ دار ٹھہرائے؟

(3) تیسری اور چوتھی بات تو صحیح ہے ہم متفق ہیں لیکن یہ پہلی دونوں باتیں انہیں مسمار کر دیتی ہیں لہٰذا بے کار و مہمل ہیں۔

(4) پانچویں بات اس لئے غلط ہے کہ اگر وہ راضی نہ ہوتا تو قاتل و زانی کو بڑھ کر اجازت کیوں دیتا اور اسے بروقت وسائل و ذرائع کیوں فراہم کرتا؟

(5) چھٹی بات کوئی خیر عظیم بتائی گئی جو علامہ کو بھی معلوم نہیں اور نہ ان کے قاری معلوم کر سکتے ہیں لہٰذا مجہول بات کوئی یقین واطمینان فراہم کرنے سے قاصر رہا کرتی ہے۔

(6) ساتویں بات خیر عظیم کی بنیادوں میں شر و فساد و ظلمت ،معصیت ، نمرودیت ، فرعونیت اور شیطنت کا مکسچر ڈالنے کے بعد خیر خود ایک مشکوک چیز بن جاتی ہے لہٰذا وہ خیر عظیم نہ صرف یہ کہ مجہول چیز ہوگئی بلکہ وہ باطل پر تعمیر ہو کر باطل بھی ہوگئی البتہ علامہ کا یہ کلام شاعرانہ و ادیبانہ ضرور ہے۔مگر حق سے بے تعلق ہے

(7) آٹھویں بات سو فیصد صحیح ہے مگر سابقہ باتوں اور نویں بات اللہ کی مصلحتوں اور تائیدات کو شامل کرنے سے یہ سو فیصد صحیح بات بھی باطل ہوگئی۔اور علامہ نے دسویں بات میں کھل کر کہہ دیا کہ قاتل وزانی اور ہر مجرم کو بھی اللہ کی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے اسلئے کہ دونوں کو اللہ نے برابر کا موقع دینا ہے۔

(8) علامہ نے گیارہویں بات میں بھی اور پہلے بھی یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ مومنین کے لئے اپنی مافوق الفطرت تائید شامل حال نہیں کرتا، نہ اس سلسلے میں معجزہ دکھاتا ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن اور خود علامہ کے

بیانات کے خلاف ہیں۔ وہ ملائکہ کے لشکر بھیج کر چند مومنین کو غالب کرتا ہے وہ معجزہ دکھا کر کافروں اور مجرموں کے دل ہلا دیتا ہے انہیں ہلاک وتباہ کرڈالتا ہے اور ہرگز ایسا نہیں ہے کہ وہ مومن و کافر دونوں کو برابر کا موقع دیتا ہو۔ موقع دیتا ہے مگر برابر کا نہیں۔ یہ تھا علامہ کا طول طویل بیان جو لفاظی اور مغالطات سے زیادہ کوئی حقیقی وزن نہیں رکھتا۔

## اللہ کی مشیّت، اذن وتقدیر اور رضا پر مختصر بیان

حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو مختار و آزاد پیدا کیا ہے اور کائنات کی باقی تمام مخلوق کو اپنے قوانین کی پابندی میں جکڑ دیا ہے یعنی وہ انسان کی طرح اپنے افعال میں آزاد نہیں ہیں ان میں ذاتی ارادہ اور قدرت بھی نہیں ہے۔ وہ ہر اس انسان کی اطاعت کرتے ہیں جو ان پر متعلقہ قانون استعمال کرے۔ اور اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ اس کی تائید کریں گے۔ ان کو اُس کی نہ خبر ہوتی ہے نہ انہیں ضرورت ہے کہ انہیں غلط جگہ استعمال کیا جارہا ہے یا صحیح جگہ پر کام لیا جارہا ہے اسی طرح انسان کے اعضاء نہ یہ جانتے ہیں نہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ کہ انہیں اچھے کام میں لگایا جارہا ہے یا ان سے برا کام لیا جارہا ہے۔ جب وہ چاہے گا خود اس کے ہاتھ اس کے گلے پر چھری چلانے میں تکلف نہ کریں گے۔ چنانچہ کائنات کی اشیاء کو ہر صاحب اختیار و ارادہ اور قوانینِ

خداوندی سے واقف شخص اپنی عقل و بضاعت کے مطابق استعمال کرسکتا ہے ۔ یہ ہے قانونِ خداوندی، یہ ہے اذن خداوندی اور یہ ہے مشیّت خداوندی۔ یہ بکواس ہے کہ ہر دفعہ اللہ ان چیزوں کو اجازت دیتا ہے یا اشیائے کائنات کو تائید کے لئے کہتا ہے اور اسباب و وسائل و ذرائع کو ہم آہنگ کرتا پھرتا رہتا ہے۔ اشیاء میں یا انسان میں جو خواص و قدرت و تاثیر وغیرہ موجود ہے وہ اللہ کی طرف سے مستقل طور پر عطا شدہ ہے انسان اپنے خواص و قابلیت میں کائناتی قانون اور سامان استعمال کر کے ترقی و تنزل اختیار کر سکتا ہے۔ باقی اشیاء میں قانونِ خداوندی کے ماتحت ردو بدل کر سکتا ہے اور کوئی چیز اسے منع نہیں کرتی کہ مجھے استعمال نہ کرو یا یوں نہیں یوں استعمال کرو۔ اس صورتِ حال میں تمام انسان یکساں ہیں ۔مومن و کافر دونوں کے لئے یہ سامان موجود ہے اب جو شخص اشیائے کائنات کو اللہ کے حکم و ہدایت کے ماتحت رکھتا اور استعمال کرتا ہے اللہ اس کو پسند کرتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے۔ جو اشیاء کو اللہ کی ہدایات کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ یعنی ہر انسان اپنے تمام اعمال میں مختار اور ہر عمل کا خود ذمہ دار ہے اللہ مومنین کے کاموں کی اصلاح میں مفید دخل اندازی کر دیتا ہے۔ مگر مخالفِ اسلام کے عمل میں کوئی دخل نہیں دیتا یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک مومن اپنی ناواقفیت سے کسی کام کو صحیح سمجھ کر کرے اور حقیقتاً وہ

غلط اور مضر ہو تو اللہ اس کی غلطی کو سنوار دے اور نقصان سے محفوظ کر دے۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک مخالف کی غلط کاری کی اصلاح کر کے اسے نقصان سے بچا لے یعنی مخالف کو قانونی فوائد تو مشیّت کے ماتحت ملتے ہیں لیکن قانونی غلطی پر اسے ہرگز نقصان سے نہیں بچایا جاتا بلکہ ہوسکتا ہے کہ اسے دوگنا یا کئی گنا نقصان ہو جائے۔ اور یہی ثبوت ہے اللہ کی تائید اور پسند کرنے کا۔

**علامہ مجبوراً ہمارے اس اصولی و تخلیقی بیان کی جگہ جگہ تائید و تصدیق کرتے ہیں۔**

اُدھر جناب علامہ اینڈ کمپنی کے لئے بڑی مشکل ہے کہ انہیں مسلمان بھی کہلانا ہے اور کفر بھی پھیلانا ہے انہیں قرآن کو ماننا بھی ہے اور قرآن کی منشاء کے خلاف پالیسیاں بھی جاری رکھنا ہیں۔ اس متضاد و متخالف صورت حال میں انہیں جگہ جگہ حق کو ماننا پڑتا ہے اور مناسب مواقع پر حق کو چھپانے کے لئے باطل کے پردے ڈالنا پڑتے ہیں۔ بہرحال ہم ان کی دونوں پالیسیوں کو برہنہ طور پر آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ تاکہ آپ حق و باطل میں بے دریغ امتیاز کر سکیں اور یہ راز سمجھ سکیں کہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے علامہ انسان کو ایک آزاد و خود مختار و صاحب عقل و ارادہ مخلوق مانتے ہیں۔ مگر یہ نہیں چاہتے کہ انسان کے گناہوں اور جرائم سے اللہ کو الگ رکھیں تاکہ اُن کے راہنماؤں اور لیڈروں کے جرائم میں اللہ بھی ملوث رہے۔ اور ان کی بے بسی اور تعمیلِ ارشاد خداوندی کو آڑ بنایا

جا سکے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

**اول۔انسان آزاد وخود مختار ہے اس کو کائناتی سامان پر تصرف کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔**

(1) ”اللہ نے انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے۔اسے تصرف کے اختیارات دیئے ہیں۔طاعت وعصیان کی آزادی بخشی ہے“(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 536)

ان چند سطروں سے ایک بچہ بھی یہ سمجھ جائے گا کہ انسان اللہ کی اطاعت اور مخالفت میں آزاد ہے اور ہر ایسا کام کرنے پر قدرت اور اختیار رکھتا ہے جو اللہ کو پسند یا ناپسند ہو۔جو نیکی یا گناہ ہو۔اوراس نیک کام یا جرم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ کائنات کے متعلقہ سامان اور وسائل میں تصرف کرسکتا ہے۔ یعنی سجدہ کرسکتا ہے اس کا جسم واعضاء منع نہ کریں گے۔قتل کرسکتا ہے اس کے ہاتھ،تلوار اور قوت انکار نہ کرے گی اور سنیئے اوراس آزادی واختیار کوخوب واضح کرلیجیے۔ارشاد ہے:

(2) ”یعنی تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی،تمہاری زندگی کیلئے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا،تمہارے بقاء اور ارتقاء کیلئے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب فراہم کردیئے“(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 488, آیت سورہ ابراہیم 14/34)

اس بیان سے بھی سابقہ بیان کی تائید ہوتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں جتنی خواہشات وضروریات مضمر ہیں ان سب کو پورا کرنے کیلئے اللہ نے سامان فراہم کر رکھا ہے اور قیامت تک انسانوں کو جن جن چیزوں یا اسباب و وسائل کی حاجت ہوگی وہ تمام انسان کے چاروں طرف پھیلا دی ہیں۔اب یہ انسانوں کا اپنا آزادومختارانہ فیصلہ ہوگا کہ وہ کس چیز کو یا کس سامان کو کہاں کیسے اور کتنا استعمال کریں؟ ایسا نہیں ہے کہ سامان موجود ہو، انسان اسے استعمال کرنا چاہتا ہو اور وہ سامان استعمال ہونے سے منع کردے یا پھر یہ کہ اللہ چل کر آئے اور اس سامان سے کہے کہ تو اس کے استعمال میں آجا، یا نہ آنا۔اور سنیئے اور دیکھیئے کہ علامہ برابر فطری اور صحیح عقائد کی تائید میں بیان دے رہے ہیں۔

(3) ''یعنی اللہ کے ہاں انسان کی ذمہ داری اس کی مقدرت کے لحاظ سے ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ بندہ ایک کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔اور اللہ اس سے باز پرس کرے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا؟ یا ایک چیز سے بچنا فی الحقیقت اس کی مقدرت سے باہر ہو اور اللہ اس پر مواخذہ کرے کہ تو نے اس سے پرہیز کیوں نہ کیا لیکن یہ یاد رہے کہ اپنی مقدرت کا فیصلہ (جو اللہ کو منظور اور حقیقت کے مطابق ہو) کرنے والا انسان خود نہیں ہے۔اس کا فیصلہ اللہ ہی کرسکتا ہے کہ ایک شخص فی الحقیقت کس چیز کی قدرت رکھتا تھا۔اور کس چیز کی نہ رکھتا تھا'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 224)

اس بیان سے بھی سابقہ بیانات کی تصدیق ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے انسانوں کو قدرت واختیار دیا ہے۔لہٰذا جن لوگوں نے جتنی قدرت حاصل کرلی ہے،اس قدرت کے اندر اندر وہ بلا کسی مزید مدد و اجازت کے اپنے اپنے اعمال واقدامات بجالا سکتے ہیں۔جو شخص مقدرت ہوتے ہوئے نیک کام نہ کرے ماخوذ ہوگا اور مجرم ہے۔لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنی قدرت کے ماتحت تمام اچھے اور بُرے کام کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ایسا نہیں کہ ایک کام ہماری قدرت کے اندر ہے وسائل فراہم وموجود ہیں لیکن جب تک اللہ اجازت نہ دے ہم وہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ایسی باتیں پاگل یا مکار و دھوکہ باز لوگ ہی کرسکتے ہیں۔ایک اور زیادہ واضح بیان سنیئے فرمایا ہے کہ:

(4) ''انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے وہ دراصل صفاتِ الٰہی کا ایک عکس ہے یا پرتو ہے۔حیات،علم،قدرت،ارادہ،اختیار اور دوسری جتنی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں،یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے جو اس کالبدِ خاکی پر ڈالا گیا ہے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 505)

اس بیان میں علامہ نے انسان کی صفات کو مانا اور ان کا انسانوں میں حضرت آدمؑ کے زمانے سے موجود رہتے چلے آنا تسلیم کیا۔اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان جہاں خودکشی پر قدرت واختیار رکھتا ہے،وہیں وہ اپنی

حیات میں ترقی کرنے کا علم و قدرت بھی حاصل کرسکتا ہے۔یعنی وہ اپنی تمام صفات میں ترقی کرنے اور تنزل کرنے پر بھی قادر و مختار ہیں۔اور ترقی و تنزل کے لئے تمام سامان و وسائل فراہم کئے ہوئے ہیں۔جو چاہے جب چاہے اور جتنی چاہے ترقی و تنزل کرسکتا ہے۔ایسا کہنا غلط اور فریب ہے کہ انسان ترقی و تنزل کی قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہے۔متعلقہ سامان و وسائل موجود ہیں اور وہ ترقی یا تنزل کرنا چاہتا ہے مگر نہ ترقی کرسکتا ہے نہ تنزل کرسکتا ہے، جب تک از سرِ نو اللہ بنفس نفیس آ کر اجازت اور اپنی قدرت شامل نہ کردے۔اور آخری بات سن لیں تو پھر علامہ کی فریب کارانہ پالیسی سامنے رکھیں گے۔ارشاد ہوتا ہے کہ:

(5) ''اس کی مشیّت ایک ایسی ذی اختیار مخلوق کو وجود میں لانے کی متقاضی تھی جو اپنی پسند اور اپنے انتخاب سے صحیح اور غلط، ہر طرح کے راستوں پر جانے کی آزادی رکھتی ہو۔اسی آزادی کے استعمال کے لیے اس کو علم کے ذرائع دیئے گئے۔عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں۔خواہش اور ارادے کی طاقتیں بخشی گئیں۔ اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے اور باطن و ظاہر میں ہر طرف سے بے شمار ایسے اسباب رکھ دیئے گئے جو اس کے لئے ہدایت اور ضلالت دونوں کے موجب بن سکتے ہیں۔یہ سب کچھ بے معنی ہو جاتا اگر وہ پیدائشی طور پر راست رو بنا دیا جاتا۔اور ترقی کے ان بلند ترین مدارج

تک بھی انسان کا پہنچنا ممکن نہ رہتا جو صرف آزادی کے صحیح استعمال ہی کے نتیجے میں اس کو مل سکتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لئے جبری ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا تا کہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اور اس کے امتحان کا منشاء بھی پورا ہو،اور راہ راست بھی معقول طریقے سے اس کے سامنے پیش کر دی جائے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 528)

بس جناب یہ ہے علامہ کا آخری بیان جو ہم پیش کرنا چاہتے تھے۔اور اس بیان میں وہ سب کچھ ہے جو اللہ اور انسان کے تعلق پر صحیح ترین عقیدہ اسلام اور قرآن دیتا ہے۔اور جو عقل انسانی قبول کرتی ہے۔اس میں انسان کو صاحب اختیار و ارادہ ،صاحبِ عقل و بصیرت اور صاحبِ قدرت واستطاعت مانا گیا ہے۔اُسے اپنی خواہش وارادے کے مطابق عمل کرنے کی آزادی مانی گئی اور اس کی ضرورت کا تمام سامان و وسائل کی فراہمی تسلیم کر لی گئی۔اور لکھ دیا گیا کہ انسان اپنی اس آزادی کے ماتحت وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو اس کے علم وقدرت اور وسائل کی موجودگی میں ممکن ہے۔اُسے مزید کسی رضامندی،اجازت اور مدد کی ضرورت نہیں ہے مگر علامہ اور ان کے ملعون لیڈر تو اس طرح پھنس گئے کہ ان کے بچنے کی تو تمام راہیں بند ہوگئیں۔ان راہوں کو کھولنے کے لئے اب علامہ کی قلابازیاں بھی ملاحظہ کر لیں۔

**دوم۔ پوری کوشش اورخواہش اور وسائل کی موجودگی میں بھی انسان خدا کی اجازت اور مدد کے بغیر گناہ نہیں کرسکتا ہے۔**

وہ اللہ کو ہر انسان کے ہر گناہ اور جرم میں شامل رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہایت دبے پاؤں آتے ہیں، اور نہایت خاموشی اور عیارانہ احتیاط سے انسانوں سے مندرجہ بالا آزادی ،قدرت اور اختیارات کو الگ کر کے انہیں قطعاً مجبور و مفلوج کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اور تمام قوت اور اختیار اللہ کی تازہ اجازت اور مدد پر مرکوز و مشروط کردیتے ہیں۔ ان کا بیان سنیئے فرماتے ہیں کہ:۔

''انسان جو کچھ بھی کرنا چاہے وہ اسی وقت کرسکتا ہے جب کہ اللہ بھی یہ چاہے کہ انسان کو وہ کام کرنے دیا جائے ۔یہی معاملہ ہدایت وضلالت کا بھی ہے۔انسان کا خود اپنے لئے ہدایت چاہنا اس کے لئے کافی نہیں کہ اسے ہدایت مل جائے ۔ بلکہ اسے ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اللہ اس کی اس خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ فرما دیتا ہے ۔اسی طرح ضلالت کی خواہش بھی محض بندے کی طرف سے ہونا کافی نہیں ہے''۔

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 157)

ان چند سطروں میں علامہ نے مذکورہ پانچوں بیانات کا ستیاناس کر کے اپنا راستہ صاف کرلیا۔اور یہ بتادیا کہ انسان پوری عقل وبصیرت اور تمام متعلقہ سامان گناہ

موجود ہوتے ہوئے اپنی تمام کوششوں کے باوجود گناہ نہیں کرسکتا۔یعنی اُسے دیئے ہوئے تمام اختیارات وقدرت بے کار ہیں۔مثلاً:

ایک جوان وشکیل وصحت مند انسان اور ایک جوان وصحت مند وحسین عورت دونوں ایک نہایت آراستہ پیراستہ کمرے میں موجود ہیں دونوں جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بغل گیر ہیں کوئی رکاوٹ حائل نہیں۔ یہاں تک کہ لباس بھی جسم پر نہیں کوئی دیکھنے یا منع کرنے والا بھی نہیں، شہوت وہیجان اپنی انتہا پر ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے ترستے رہے ہیں آج یہ موقع ملا ہے وہ پورے جوش وارمان کے ساتھ برسرِ وصل ہیں۔علامہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں زنا نہیں کرسکتے جب تک کہ اللہ بھی ان میں شامل نہ ہو جائے اور اجازت نہ دے بقول شاعر:

؎ مانا میری نگاہ پہ ثابت ہے جرمِ دید　　　تیری نگاہ بھی تو شریکِ گناہ تھی

سوچیئے کہ اس صورت حال میں ان دنوں کو زنا سے کیسے روکا جائے گا؟ اور کیوں روکا جائے گا؟ اور اس روک دینے کے بعد کیسے کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنی خوشی ورضامندی سے زنا سے دست کشی اختیار کی تھی؟ اور اس طرح زنا سے باز رہنے کا ثواب واجر کس کو ملے گا؟ ہر عقل کا مالک انسان اس طرح جبراً زنا سے روکنے والے کو ثواب واجر کا مستحق قرار دے گا اور نہ روکنے اور اجازت دینے

والے کو زنا کا مجرم قرار دے گا۔ یہ ہے علامہ کا مذہب اور یہ ہے اس عیارانہ ومکارانہ فریب کاری کا مقصد کہ ان کے لیڈر نہ رسوؐل کی حکومت غصب کر سکتے تھے۔ نہ کربلا کا قتل عام کر کے خاندانِ رسوؐل کو تباہ کر سکتے تھے۔ یہ تو خدا کی اجازت اور شمولیت سے وقوع میں آئے لہٰذا وہ بزرگ بے قصور تھے۔ اور خدا کے اطاعت شعار بندے تھے۔ وہ سب معاملات خدا کے راز و رموز ہیں ان میں اُمت کو دخل نہ دینا چاہیے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ نے جو چاہا وہ کیا، تقدیر میں یہی لکھا تھا اور اس میں بھی بہرحال بہتری تھی۔ یہ ہے وہ مقصد جس کو حاصل کرنے کے لئے یہ تفہیم القرآن لکھی گئی ہے اور اس میں قرآن کے تمام اہم مطالب ومفاہیم کو الٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ مگر عقیدت مندوں کو خبر تک نہ ہوسکی۔

## تقدیر اور قانون کو سمجھنے کے لئے چند مثالیں اور اُن کے نتائج۔

اللہ نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ شیشہ پتھر سے ٹوٹ جائے خواہ شیشہ پتھر پر مارا جائے یا پتھر شیشے پر مارا جائے نتیجہ میں شیشہ ہی ٹوٹے گا۔ یہ بھی مستقل قانون ہے کہ نرم چیز دھاردار چیز سے کٹ جائے۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ خربوزہ یا سیب چاقو کو کاٹ دے۔ ٹھنڈا اور صحیح پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے۔ سفر کرنے سے ایک حد تک جا کر آدمی یا جانور تھک جاتا ہے۔ دن بھر جاگنے اور کام کرنے سے

رات کو نیند آجاتی ہے۔ خاص حدتک کام کرنے سے بھوک لگ جاتی ہے۔ مناسب خوراک سے آدمی سیر ہوجاتا ہے کسی چیز کو درمیان سے پکڑ کر اُٹھانے میں زور کم لگتا ہے۔ کنارہ پکڑ کر اُٹھانے میں زور زیادہ لگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

## ہر قانون کا صحیح نتیجہ پہلے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ شیشہ پر پتھر مارنے سے شیشہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر آہستہ سے پتھر مارا جائے تو صرف آواز آئے گی ٹوٹے گا نہیں اور اگر بہت آہستہ سے مارا جائے تو آواز بھی نہ آئے گی۔ چنانچہ یہ پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنے فاصلے سے مارنے پر آواز آئے گی اور کتنے فاصلے سے مارنے پر شیشہ کِھیل کِھیل یا چورا چورا ہوجائے گا اور کتنے فاصلے سے مارنے پر صرف دوٹکڑے ہوں گے۔ پھر فاصلہ زیادہ کر کے مارنے سے نتیجہ بدل جائے گا اور پتھر کا سائز بڑا کر کے مارنے سے بھی ٹکڑے زیادہ ہوں گے۔ اور زور زیادہ لگانے سے نتیجہ بدلے گا۔ شیشہ اگر موٹا لیا جائے تب بھی نتیجہ بدل جائے گا۔ لہٰذا یہ حساب لگایا جاسکتا ہے کہ کتنے فاصلے سے، کتنے بڑے اور موٹے شیشے پر، کتنے زور سے، کتنا بڑا پتھر اور کہاں مارا جائے تو کتنے ٹکڑے ہوں گے؟ اور اگر ہر دفعہ فاصلہ اور شیشہ کا سائز اور طاقت اور پتھر کا سائز اور چوٹ کا مقام صحیح صحیح مستقل رکھا جائے گا تو ہر دفعہ نتیجہ بھی مستقل نکلے گا۔ یہ اللہ کے بنائے ہوئے اور طے کردہ قوانین ہی تو ہیں جن کا علم

حاصل کر کے ہم زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمانوں کا حساب لگاتے ہیں اور نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ہمیں حساب سے معلوم ہوا تھا۔ اور قوانین مستقل نہ ہوتے تو نہ ہم حساب لگا سکتے تھے نہ نتائج صحیح برآمد ہو سکتے تھے۔ یہ تقدیرات خداوندی ہیں جن سے ہمیں اس کائنات میں قدرت حاصل ہوئی ہے انسان کو آزاد اور خودمختار پیدا کیا گیا ہے۔ اتنا آزاد اور خودمختار کہ وہ خودکشی تک کر سکتا ہے۔ اپنے سینہ پر ریوالور رکھنے میں آزاد ہے خواہ گولی بھر کر رکھے یا خالی رکھے۔ اُس کے ہاتھ اور عقل اس کا حکم ماننے سے انکار نہ کریں گے۔ ہاتھ ریوالور کا تالہ کھول دیں گے۔ ٹریگر دبا دیں گے نہ ٹریگر دبنے سے انکار کرے گا نہ گولی چلنے اور سینے میں گھسنے سے انکار کرے گی۔ اور نہ ملک الموت روح قبض کرنے میں دیر لگائے گا وہ بھی تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کا پابند ہے۔ لہٰذا چند منٹوں میں موت واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر گولی وقت گزرنے سے پہلے نکال لی جائے اور طبی امداد بروقت مل جائے تو موت واقع نہ ہو گی مگر کچھ اور واقع ہو گا اور جو کچھ واقع ہو گا وہی کچھ ہو گا جو اُن حالات کے قانون میں مقرر تھا۔ اور اگر قانون کے ذمہ دار لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ خودکشی کا ارادہ کیا گیا تھا تو ارادہ کرنے والے کو سزا بھی دی جائے گی اس لئے کہ اُسے ایسا ارادہ کا اختیار نہ تھا۔ اور اگر یہی عملدرآمد آپ کسی دوسرے شخص کے ساتھ کریں گے تو ریوالور اور گولی کا سلوک وہی ہو گا جو آپ کے ساتھ

ہوا۔مگر نہ ریوالور آپ کو مجبور کرے گا نہ گولی کوئی دباؤ ڈالے گی۔آپ آزاد و مختار ہیں خود کو مار ڈالیں یا دوسروں کو۔ نہ قانون غلطی کرے گا نہ آلات غلطی کریں گے۔غلطی آپ سے ہوسکتی ہے اُن سے نہیں۔اور چونکہ آپ نے قانون کو جانتے ہوئے غلط استعمال کیا ہے اس لئے سزا آپ کو دی جائے گی یہاں بھی اور وہاں بھی۔آپ کو معلوم ہے کہ گولی دل میں داخل ہوگی تو جان باہر نکل جائے گی اتنا جاننے سے کوئی نہیں مرتا۔ مارنے کے لئے پہلے بہت سے کام سوچ سمجھ کر کرنا ہوں گے۔جن کا قانونی نتیجہ موت ہوگا۔اگر آپ وہ کام نہ کرتے موت واقع نہ ہوتی۔آپ نے اپنے اختیار وارادہ سے وہ کام کیئے لہٰذا مجرم آپ ہیں۔ سزا آپ کا حق ہے۔کسی نے آپ کو مجبور نہیں کیا۔نہ قانون اور تقدیر نے مجبور کیا نہ آلات اور سامان نے مجبور کیا۔آپ نے آلات وسامان وقانون کو استعمال پر مجبور کیا آپ نے اپنی عقل اور قوت استعمال کی لہٰذا سزا میں آپ سے آپ کی عقل وقوت چھین لی جائے گی۔تاکہ آپ آئندہ اُن کا غلط استعمال نہ کرسکیں۔

یہ کبھی نہ بھولئے کہ آپ اپنے خیالات اور ارادوں اور کاموں میں مختار ہیں۔انسانوں کے سوا آپ کے سامنے ہر چیز مجبور ہے۔فرشتے مجبور ہیں۔ آلات وسامان ووسائل مجبور ہیں آپ اُنہیں جس طرح چاہیں استعمال کرنے میں مختار ہیں۔مگر انسان آپ ہی کی طرح آزاد ومختار ہیں۔خود کو آپ سے محفوظ

رکھنے میں بھی آزاد ومختار ہیں اور آپ کو اپنی راہ سے ہٹانے میں بھی آزاد ومختار ہیں۔آپ کوقتل کرنے میں بھی آپ ہی کی طرح آزاد ومختار ہیں۔لہٰذا نوٹ کریں کہ اللہ یا قانون یا کائنات کی دوسری مخلوقات آپ کو مجبور کر کے کوئی کام نہیں کراتیں۔آپ جو کچھ کرتے ہیں اپنی آزادی اور اختیار سے کرتے ہیں اُس کے لئے آپ اپنے ہر کام کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔اس لئے اپنے تمام کاموں پر جزا وسزا کے حقدار ہوتے ہیں۔اور سزا کے لئے جہنم اور دوسری عقوبتیں اور جزا کے لئے جنت اور دوسری نعمتیں ہیں اور وہ آپ کی سوچی سمجھی اور آزادانہ ومختارانہ کمائی کے بدلے میں ہیں۔اور یہ بات بھی تقدیر میں طے کردی گئی ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

## اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا جو جیسا کرتا ہے اُسے ویسی ہی جزا یا بدلہ دیتا ہے

چنانچہ قرآن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ O (حج 22/10)

''وہی تمہارے سامنے آیا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور یقیناً اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے'' ظلم تو ظلم ہے اور بہت بری بات ہے اللہ تو ظلم کا ارادہ تک بھی نہیں کرتا ہے۔قرآن میں یہ فیصلہ موجود ہے کہ:

وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ O (مومن 40/31)

اور اللہ تو بندوں پر ظلم کا ارادہ تک بھی نہیں کرتا ہے اور نہ کرے گا۔‘‘

لہٰذا مجتہدین کا یہ کہنا کہ اللہ ہی انسانوں سے قتل کراتا ہے زنا کراتا ہے اور اللہ ہی انہیں جہنم میں سزا دے گا۔ یہ ظلم عظیم ہے اور اللہ پر ایک سنگین تہمت ہے اور قرآن کی شدید اور کھلی مخالفت ہے۔ اِن مخالفت کرنے والوں کے اور قرآن کو جھٹلانے والوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا سنئے:

## جہنم اور جنت لوگوں کے مختارانہ اعمال کے بدلے میں دیئے جائیں گے

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ○ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْلَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ○ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (طور 52/13-19)

’’قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو دھکوں پر دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا اور اُن کو دکھا کر کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم اور جہنم کی آگ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے لہٰذا اب تم اس میں جلنے کے لئے داخل ہو جاؤ اور خواہ جلنے کو برداشت کرو یا نہ کرو تمہیں کوئی فائدہ نہ

ہو گا تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم لوگ عمل کرتے تھے۔ اور پرہیز گار لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں داخل کیئے جائیں گے اور اُن چیزوں سے لطف اندوز ہوں گے جو اُن کا پروردگار اُن کے لئے فراہم کرے گا اور اُن کا پروردگار انہیں آگ کے گڑھے سے بچالے گا۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ مزے لے لے کر کھاؤ پیئو اور اپنے اُن اعمال کا لطف اُٹھاؤ جو تم کرتے رہے تھے۔''

یہاں تک چند آیات ہی سے محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مخالفوں اور مجتہدین کے عقائد باطل ہو گئے اور اُن کا جہنمی ہونا بھی ثابت ہو چکا۔

**تقدیر اور مشیت کو بطور بہانہ استعمال کر کے بد عملی کو اللہ کے ذمہ لگانے والے۔**

اب ہم قرآن کریم سے اُن لوگوں کو سامنے لاتے ہیں جو قدیم زمانے سے تقدیر و مشیت کو اپنی بدکاری کے لئے بہانہ بناتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآاَشْرَكْنَا وَلَآاٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ O (انعام 6/148)

ترجمہ ''یہ نظام شرکت ومشارکت والے لوگ عنقریب تمہارے جواب میں کہیں گے کہ اگر اللہ نے نہ چاہا ہوتا تو ہم اور ہمارے اباواجداد کیسے لیڈروں کو حکومت خداوندی میں شریک کر سکتے تھے؟ اور نہ ہی اُس کی مرضی کے خلاف کسی چیز کو حرام قرار دے سکتے تھے۔ اَے رسولؐ یہ وہی طریقہ ہے جس کے ماتحت قریش سے پہلے لوگ دین کو جھٹلاتے رہے چنانچہ اُنہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا تھا۔ قریش سے کہو کہ اگر تمہارے پاس کوئی علمی سند ہے تو ہمارے لئے پیش کرو۔ تم تو صرف قیاس وگمان وظن واجتہاد کی پیروی کر رہے ہو۔''

اس آیت کی تشریح مودودی سے سنیئے:

''124۔ یعنی وہ اپنے جرم اور غلط کاری کے لئے پرانا عذر پیش کریں گے جو ہمیشہ سے مجرم اور غلط کار لوگ پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے حق میں اللہ کی مشیت یہی ہے کہ ہم شرک کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حرام ٹھیرا رکھا ہے انہیں حرام ٹھیرائیں۔ ورنہ اگر خدا نہ چاہتا کہ ہم ایسا کریں تو کیوں کر ممکن تھا کہ یہ افعال ہم سے صادر ہوتے؟ پس چونکہ ہم اللہ کی مشیت کے مطابق یہ سب کچھ کر رہے ہیں اس لئے درست کر رہے ہیں۔ اس کا الزام اگر ہے تو ہم پر نہیں اللہ پر

ہے۔اور جو کچھ ہم کررہے ہیں ایسا ہی کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کے سوا کچھ اور کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔"

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 595)

## مودودی کی تشریح مسلسل مشیت پر اُن کا الجھا ہوا بیان۔

"125پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ اپنی غلط کاری وگمراہی کے لئے مشیت الٰہی کو معذرت کے طور پر پیش کرنا اور اُسے بہانہ بنا کر صحیح راہنمائی کو قبول کرنے سے انکار کرنا مجرموں کا قدیم شیوہ رہا ہے۔اور اس کا انجام یہ ہوا ہے کہ آخر کار وہ تباہ ہوئے اور حق کے خلاف چلنے کا برا نتیجہ انہوں نے دیکھ لیا۔پھر فرمایا کہ یہ عذر جو تم پیش کررہے ہو یہ دراصل علم حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔بلکہ محض گمان اور تخمینہ ہے۔تم نے محض مشیت کا لفظ کہیں سے سُن لیا ہے۔اور اُس پر قیاسات کی ایک عمارت کھڑی کرلی ہے تم نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ انسان کے حق میں فی الواقع اللہ کی مشیت کیا ہے؟ تم مشیت کے معنی یہ سمجھ رہے ہو کہ چور اگر مشیت کے تحت چوری کررہا ہے تو وہ مجرم نہیں ہے کیوں کہ اُس نے یہ فعل خدا کی مشیت کے تحت کیا ہے۔حالانکہ دراصل انسان کے حق میں خدا کی مشیت یہ ہے کہ وہ شکر اور کفر ہدایت اور ضلالت اطاعت اور معصیت میں سے جو راہ بھی اپنے لئے

منتخب کرے گا خدا وہی راہ اُس کے لئے کھول دے گا۔ اور پھر غلط یا صحیح جو کام بھی انسان کرنا چاہے گا خدا اپنی عالمگیر مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے جس حد تک مناسب سمجھے گا اُسے اُس کام کا اذن اور اُس کی توفیق بخش دے گا۔ لہٰذا اگر تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مشیت الٰہی کے تحت شرک اور تحریم طیبات کی توفیق پائی تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں۔ کہ تم لوگ اپنے ان اعمال کے ذمہ دار اور جوابدہ نہیں ہو۔ اپنے غلط انتخاب راہ اور اپنے غلط ارادے اور سعی کے ذمہ دار تم خود ہی ہو۔ آخر میں ایک ہی فقرے کے اندر کانٹے کی بات بھی فرمادی کہ:

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ O (6/149)

یعنی تم اپنی معذرت میں یہ حجت پیش کرتے ہو کہ ''اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے'' اس سے پوری بات ادا نہیں ہوتی۔ پوری بات کہنا چاہتے ہو تو یوں کہو کہ ''کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا'' بالفاظ دیگر تم خود اپنے انتخاب سے راہِ راست اختیار کرنے پر تیار نہیں ہو بلکہ یہ چاہتے ہو کہ خدا نے جس طرح فرشتوں کو پیدائشی راست رَو بنایا ہے اس طرح تمہیں بھی بنادے۔ تو بے شک اگر اللہ کی مشیت انسان کے حق میں یہ ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتا لیکن یہ اُس کی مشیت نہیں ہے لہٰذا جس گمراہی

کو تم نے اپنے لئے خود پسند کیا ہے اللہ بھی تمہیں اُسی میں پڑا رہنے دے گا۔" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 597-596)

**مودودی خود بھی قریشی مذہب کے عالم ہیں اور تقدیر کے متعلق عقیدہ وہی رکھتے ہیں مگر اُسے چھپاتے ہیں۔**

آپ نے قرآن سے قریشی عقیدہ دیکھ لیا کہ وہ لوگ بھی اپنے تمام اعمال کو عموماً اور بُرے اعمال کو خصوصاً اللہ کے سر لگاتے تھے مگر چالاکی یہ کرتے تھے کہ تقدیر کا لفظ نہ بولتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے کہ اللہ کی مشیت ہی یہ تھی کہ ہم شرک کا عقیدہ اختیار کرلیں اور بعض چیزوں کو حرام قرار دے لیں۔ اُن کے اِس جواب کو اللہ نے منظور نہیں کیا بلکہ اُن سے علمی دلیل اور ثبوت طلب کیا ہے اور اُن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تم ظَنّ اور خَرّص سے کام لیتے ہو اور ظَنّ اور خَرّص سے طے کردہ مسائل کی پیروی کرتے ہو۔

اللہ نے قریش پر دوسرا اعتراض یہ کیا کہ تم سابقہ غلط کار قوموں اور اُمتوں کی پیروی کررہے ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قریش ایسی اقوام اور اُمتیں پہلے بھی موجود تھیں جو تقدیر کا غلط مفہوم لیتی تھیں اور اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار خدا کو سمجھتی چلی آرہی تھیں۔ اور قریش نے تو اپنی تمام بدکرداری کو اللہ کے حکم کے ماتحت جائز قرار دے رکھا تھا چنانچہ اللہ نے بتایا ہے کہ:

**قریش نہ صرف اپنے برُے اعمال کو تقدیر کے بہانے اللہ کے ذمہ لگاتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ کا حکم بھی یہی ہے۔**

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O(7/28)

''قریش جب بھی کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے اباواجداد کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھتے چلے آئے ہیں اور خود اللہ نے ہمیں اِن کاموں کا حکم دیا ہے اَے رسوؐل قریش کو بتاؤ کہ اللہ ہرگز شرمناک کاموں کا حکم نہیں دے سکتا کیا تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جن کا تمہیں خود کو بھی علم نہیں ہے؟۔''

قرآن کے ان بیانات سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ تقدیر کی آڑ میں تمام اعمال کا ذمہ دار خدا کو سمجھا اور کہا جاتا تھا فرق یہ تھا وہ لوگ تقدیر کی جگہ لفظ مشیت شاء بولتے تھے۔اور خود مودودی نے بھی اپنی تشریح میں تقدیر کی جگہ لفظ مشیت ہی لکھا ہے اور یہ نہیں بتایا ہے کہ مشیت کیا چیز ہے یا مشیت کے معنی کیا ہیں؟ حالانکہ چور کی چوری کی مثال دی ہے اور چوری کو مشیت کے ماتحت یا مشیت کے مطابق مانا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''غلط یا صحیح جو کام بھی انسان کرنا

چاہے گا خدا اپنی عالمگیر مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے جس حد تک مناسب سمجھے گا اُسے اس کام کا اِذن اور اس کی توفیق بخش دے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 596 حاشیہ نمبر 125)

**مودودی اور قریش دونوں تمام اچھے اور بُرے کاموں کو اللہ کے اذن اور توفیق سے مشیت کے ماتحت جانتے ہیں۔لہٰذا دونوں کا عقیدہ ایک ہی ہے**

**قرآن اور مودودی تقدیر کے مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟**

مناسب مقام پر مودودی پر باقاعدہ تنقید کریں گے فی الحال یہاں قرآن کریم سے تقدیر پر چند بیانات وآیات دکھانا اور مودودی کا ترجمہ اور منشا پہلے پیش کرنا ہے تاکہ بات ایک طرف اور قابل فہم ہو جائے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ O (انعام 6/96)

''پردۂ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع اور غروب کا حساب مقرر کیا ہے۔یہ سب اُسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھیرائے ہوئے اندازے (تقدیر) ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 566)

قارئین نوٹ کرتے چلیں کہ رات دن چاند سورج اور اُن کے تمام متعلقات تقدیر خداوندی کے ماتحت پابند و برسر کار ہیں۔ پھر فرمایا کہ:

الَّـذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَـرِیْکٌ فِیْ الْـمُـلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًاO

(فرقان 25/2)

مودودی ترجمہ: ''وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُس کی ایک تقدیر مقرر کی۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 432-433)

مودودی کی تشریح سے تقدیر کیا ہے: مودودی نے وضاحت کی ہے کہ:

''8ے دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''ہر چیز کو ایک اندازہ خاص پر رکھا'' یا ''ہر چیز کیلئے ٹھیک ٹھیک پیمانہ مقرر کیا'' لیکن خواہ کوئی ترجمہ بھی کیا جائے بہرحال اُس سے پورا مطلب ادا نہیں ہوتا۔ پورا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں کہ کائنات کی ہر چیز کو وجود بخشا ہے بلکہ وہی ہے جس نے ایک ایک چیز کیلئے صورت، جسامت قوت واستعداد، اوصاف وخصائص، کام اور کام کا طریق، بقاء کی مدت، عروج وارتقاء کی حد، اور دوسری وہ تمام تفصیلات

مقرر کیں ہیں جو اُس چیز کی ذات سے متعلق ہیں اور پھر اُسی نے عالم وجود میں وہ اسباب ووسائل اور مواقع پیدا کئے ہیں جن کی بدولت ہر چیز یہاں اپنے اپنے دائرے میں اپنے حصے کا کام کر رہی ہے۔" (ایضاً صفحہ 434)

قارئین اس تشریح کو خاص طور پر نوٹ کرلیں۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ:

تقدیر پر تیسری آیت

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِO وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ Oلَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَO(36/38-40)

مودودی ترجمہ۔

"اور سورج، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند اُس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ اُن سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 259 تا 261)

## اِن آیات پر مودودی کی تشریحات چاند سورج رات دن پر تقدیر کا اثر؟

**تقدیر کے سلسلے میں مودودی کی چند تشریحات اور دیکھتے چلیں۔**

"32 دن کی آمدورفت بھی اُنہی پیش پا افتادہ حقائق میں سے جنہیں انسان محض اِس بنا پر کہ وہ معمولاً دنیا میں پیش آرہے ہیں کسی التفات کا مستحق نہیں سمجھتا۔ حالانکہ اگر وہ اس بات پر غور کرے کہ دن کیسے گزرتا ہے اور رات کس طرح آتی ہے اور دن کے آنے اور رات کے جانے میں کیا حکمتیں کارفرما ہیں تو اُسے خود محسوس ہوجائے کہ یہ ایک رب قدیر وحکیم کے وجود اور اُس کی یکتائی کی روشن دلیل ہے۔ دن کبھی نہیں جاسکتا اور رات کبھی نہیں آسکتی جب تک زمین کے سامنے سے سورج نہ ہٹے۔ سورج کے ہٹنے اور رات کے آنے میں جو انتہائی باقاعدگی پائی جاتی ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ سورج اور زمین کو ایک ہی اٹل ضابطہ نے جکڑ رکھا ہے۔ پھر اس رات اور دن کی آمدورفت کا جو گہرا تعلق زمین کی مخلوقات کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ وہ اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ کسی نے یہ نظام کمال درجہ کی دانائی کے ساتھ بالارادہ قائم کیا ہے۔ زمین پر انسان اور حیوان اور نباتات کا وجود، بلکہ یہاں پانی اور ہوا اور مختلف معدنیات کا وجود بھی دراصل نتیجہ ہے اس بات کا کہ زمین کو سورج سے ایک خاص

فاصلے پر رکھا گیا ہے۔اور پھر یہ انتظام کیا گیا ہے کہ زمین کے مختلف حصے تسلسل کے ساتھ مقرر وقفوں کے بعد سورج کے سامنے آتے اور اس کے سامنے سے ہٹتے رہیں۔اگر زمین کا فاصلہ سورج سے بہت کم یا بہت زیادہ ہوتا، یا اس کے ایک حصے پر ہمیشہ رات رہتی اور دوسرے حصے پر ہمیشہ دن رہتا یا شب و روز کا الٹ پھیر بہت تیز یا بہت سست ہوتا یا بے قاعدگی کے ساتھ اچانک کبھی دن نکل آتا اور کبھی رات چھا جاتی تو ان تمام صورتوں میں اس کُرے پر کوئی زندگی ممکن نہ ہوتی بلکہ غیر زندہ مادوں کی شکل وہیئت بھی موجودہ شکل سے بہت مختلف ہوتی۔''

آخری آیت **36/40** کی تشریح میں غیر مسلم محققین سے مدد لی گئی ہے۔

یہاں مودودی علمائے عصر کی تحقیقات کی نقل کرتے ہیں اور اُن کے سہارے اپنی اسلامی گاڑی چلاتے ہیں جنہیں خود بھی اور سارے مسلمان علما بھی کافر کہتے چلے آئے ہیں۔ دیکھئے کہ جن لوگوں نے محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے بیان پر یقین وایمان رکھا اور اُن کی بتائی ہوئی بنیادوں اور طریقوں سے عصری تحقیقات جاری رکھیں وہ کہاں سے کہاں پہنچے اور کیسی معلومات فراہم کیں؟ مودودی سے سنیئے اور اُن کے استفادے اور ناشکری پر بھی نظر رکھیئے لکھتے ہیں کہ:

''فلک کا لفظ عربی زبان میں سیاروں کے مدار (Orbit) کے لئے استعمال

کیا جاتا ہے۔اوراس کا مفہوم سمآء ( آسمان ) کے مفہوم سے مختلف ہے۔
یہ ارشاد کہ ’’سب ایک فلک میں تیر رہے ہیں‘‘ چار حقیقتوں کی نشان دہی کرتا
ہے ایک یہ کہ نہ صرف سورج اور چاند بلکہ تمام تارے اور سیارے اور اجرام
فلکی متحرک ہیں دوسرے یہ کہ ان میں سے ہر ایک کا فلک یعنی ہر ایک کی
حرکت کا راستہ یا مدار الگ ہے۔ تیسرے یہ کہ افلاک تاروں کو لئے ہوئے
گردش نہیں کررہے ہیں ۔ بلکہ تارے افلاک میں گردش کررہے ہیں ۔
اور چوتھے یہ کہ افلاک میں تاروں کی حرکت اس طرح ہورہی ہے جیسے کسی
سیال چیز میں کوئی شے تیر رہی ہو۔ ہماری یہ زمین جس نظام شمسی میں شامل
ہے اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اُس کا مرکز ،سورج زمین سے 3 لاکھ گنا
بڑا ہے اوراس کے بعید ترین سیارے نیپچون کا فاصلہ سورج سے کم ازکم 2
اَرب 79 کروڑ 30 لاکھ میل ہے ۔ بلکہ اگر پلوٹو کو بعید ترین سیارہ
مانا جائے تو وہ سورج سے 4 اَرب ساٹھ کروڑ میل دُور تک پہنچ جاتا ہے اس
عظمت کے باوجود یہ نظام شمسی ایک بہت بڑے کہکشاں کا محض ایک چھوٹا
سا حصہ ہے۔جس کہکشاں (Galaxy) میں ہمارا یہ نظام شمسی شامل ہے
اس میں تقریباً 3 ہزار ملین (3 اَرب ) آفتاب پائے جاتے ہیں اوراُس کا
قریب ترین آفتاب ہماری زمین سے اس قدر دُور ہے کہ اُس کی روشنی

یہاں تک پہنچنے میں چار سال صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہکشاں بھی پوری کائنات نہیں ہے۔ بلکہ اب تک کے مشاہدات کی بنا پر اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ تقریباً 20 لاکھ لولبی سحابیوں (Spiral Nabula) میں سے ایک ہے اور اُن میں سے قریب ترین سحابیے کا فاصلہ ہم سے اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کی روشنی 10 لاکھ سال میں ہماری زمین تک پہنچتی ہے۔ رہے بعید ترین اجرامِ فلکی جو ہمارے موجودہ آلات سے نظر آتے ہیں اُن کی روشنی تو زمین تک پہنچنے میں 10 کروڑ سال لگ جاتے ہیں اس پر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان نے ساری کائنات دیکھ لی ہے۔ یہ خدا کی خدائی کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جو اب تک انسانی مشاہدے میں آیا ہے۔ آگے نہیں کہا جاسکتا کہ مزید ذرائع مشاہدہ فراہم ہونے پر اور کتنی وسعتیں انسان پر منکشف ہوں گی۔ تمام معلومات جو اس وقت تک کائنات کے متعلق بہم پہنچی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پورا عالم اسی مادہ سے بنا ہوا ہے جس سے ہماری یہ چھوٹی سے ارضی دُنیا بنی ہے اور اس کے اندر وہی ایک قانون کام کر رہا ہے جو ہماری زمین کی دُنیا میں کارفرما ہے۔ ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم اس زمین پر بیٹھے ہوئے اتنی دُور دراز کی دنیاؤں کے مشاہدے کرتے اور اُن کے فاصلے ناپتے۔ اور اُن کی حرکت کے حساب لگاتے۔ کیا

یہ اس بات کا صریح ثبوت نہیں ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ہی خدا کی تخلیق اور ایک ہی فرماں روا کی سلطنت ہے؟ پھر جو نظم، جو حکمت، جو صناعی اور جو مناسبت اِن لاکھوں کہکشانوں اور اُن کے اندر گھومنے والے اربوں تاروں اور سیاروں میں پائی جاتی ہے اس کو دیکھ کر کیا کوئی صاحبِ عقل انسان یہ تصور کرسکتا ہے کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو گیا ہے؟ اس نظم کے پیچھے کوئی ناظم، اس حکمت کے پیچھے کوئی حکیم، اس صنعت کے پیچھے کوئی صانع اور اس مناسبت کے پیچھے کوئی منصوبہ ساز نہیں ہے؟۔" (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 259 تا 262)

## کچھ ہمیں بھی کہنے دیجئے۔

غیر مسلم مگر خدا کی صحیح اطاعت کرنے والوں کی محنت کوشش اور تحقیق قریشی کافر کے قلم سے آپ نے دیکھ لی۔ یہ مودودی ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعائشہؓ اور قریش کا پرستار شخص ہے جنہوں نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو اپنی راہ سے ہٹا کر خود رسولؐ کی حکومت اور جانشینی پر قبضہ کیا تھا اور علوم محمدؐ وعلیؑ وآئمہ اہلبیت علیہم السلام سے انکار کر کے اپنا اسلامی منصوبہ دنیا میں پھیلایا تھا اور کائناتی علوم سے سو فیصد محروم ہو گئے تھے اور نتیجہ میں آج ساری دنیا کی اقوام کے سامنے ملعون اور بھکاری بنے ہوئے کھڑے ہیں اور علم ودولت کی بھیک مانگ رہے ہیں اور اُن

اقوام کی تحقیق و ایجادات سے استفادہ میں مصروف ہیں جنہیں خود کافرو بے دین کہتے ہیں۔ جنہوں نے تعلیمات محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم پر ایمان اختیار کیا تھا جو محمدی ؐ و مرتضویؑ علوم سے اُسی زمانہ میں وابستہ ہو گئے تھے جس زمانہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے پیروؤں کو عرب میں قتل و جلاوطن کیا جارہا تھا اور جو آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے علوم اور دین کو لے کر یورپ اور دیگر ممالک میں پھیل گئے تھے اور جن کی وجہ سے یہ دنیا علوم خداوندی سے منور ہو گئی تھی۔ یہ اُن ہی کی تعلیم و تبلیغ کا نتیجہ ہے جس سے مودودی اینڈ کمپنی آج مسلمانوں کو کائنات سے روشناس کرا رہی ہے اور ساتھ ہی آج بھی محمدؐ کو اپنی تسلیم کردہ کائنات میں **رحمة للعالمین** نہیں مانتی بلکہ صرف اِس دنیا کیلئے رحمت ماننے میں بھی تکلف کرتی ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 192 حاشیہ نمبر 100)

اور مودودی لکھتا ہے کہ:

"100۔ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "ہم نے تم کو دُنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے" دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لئے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 192)

قارئین دیکھیں کہ اللہ تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے فرماتا ہے کہ۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَO(21/107)

''اور ہم نے تو تجھے پوری کائنات کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے''

آیت کے الفاظ سے محمدؐ تمام عالمین یا کائنات کے لئے اللہ کے بنائے ہوئے مجسمہِ رُحمت ہیں۔ اور مودودی کا پہلا ترجمہ کہتا ہے کہ:

''اَے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 189)

یہ ہے وہ ملعون عالم وہ دشمن محمدؐ مترجم و مفسر جو آنحضرتؐ کو نہ مجسمہ رحمت مانتا ہے اور نہ اُنؐ کو تمام عالمین یا کائنات کے لئے رحمت مانتا ہے اور اگر مانتا ہے تو صرف اس دنیا والوں کے لئے مانتا ہے۔ اور وہ بھی دو دو ترجمے کر کے مانتا ہے۔

**دشمنانِ محمدؐ جو چاہیں کہیں اُن کیلئے لعنت اور جہنم کافی ہے مگر مومنین تو تخلیق کائنات و تقدیر سے اللہ و رسولؐ کی عظمت کو مانیں۔**

ہمارے قاری اس لامحدود کائنات کی جسمانیت اور پھیلاؤ پر نظر ڈالیں اور اُس کے اندر موجود اجرام فلکی اور دیگر موجودات و مخلوق کا تصور فرمائیں اور اُن سب کو تقدیرات کے ہمہ گیر قانون کے ماتحت پیدا کرنے سے اللہ کی عظمت کا اندازہ لگائیں۔ پھر یہ دیکھیں کہ اُن سب کا بنیادی مادّہ جو نورؐ ہو وہ کیسا عظیم الشان نور ہوگا جو پوری کائنات کی صورتگری اور سیرت سازی میں کام دے گا؟

پھر وہ ذواتِ مقدسہ کیسی محیر العقول ہوں گی جو اس تخلیق کے ہر مرحلے میں بطور شاہد حاضر رکھی جائیں گی اور جنہیں علتِ مادّی کے ساتھ ساتھ علتِ صوری وفاعلی اور علتِ غائی کی حیثیت دی گئی ہے۔ اور جن سے فرمایا گیا ہے کہ تم اس پوری کائنات کی تمام موجودات ومخلوقات پر چشم دید گواہ کی پوزیشن میں لائے جاؤ گے (16/89،4/41)

## کائنات کی موجودہ معلوم شدہ وسعتوں پر کبھی حساب لگایا کیجئے۔

کبھی کبھی یہ بھی سوچا کیجئے کہ تمام نبیؑ اور اماموںؑ کی فرماں روائی اور راہنمائی کہاں تک پہنچتی ہے؟ یہ آزمودہ حقیقت ہے کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہے تو وہ دس کروڑ سال میں کتنا فاصلہ طے کرے گی یعنی آج تک کی تحقیقات کی رُو سے کائنات کے بعید ترین ستارے یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں جہاں تک محمدؐ وآل محمدؐ کی رحمت چھائی ہوئی ہے؟

محمدؐ وآئمہ اہلبیت علیہم السلام کی پوزیشن پر گفتگو کرنے والوں کے سامنے یہ سوال رکھیئے اور کہیئے کہ اس کو حل کر کے جواب سے آپ کو مطلع کریں۔

100000000x365x24x60x186000= کتنے میل؟

اُن سے کہہ دو کہ محمدؐ وآل محمدؐ کا مقام وہ ہے جہاں عقل انسانی اور اُسے عطا شدہ تمام خدائی وسائل وذرائع ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر اپنی بے بسی کا اعتراف کرنے پر

ہمیشہ مجبور رہتے رہیں گے۔

**تقدیر خداوندی پر قرآن کی چند اور آیات اور مودودی کے کچھ اور بیانات۔**

اللہ، محمدؐ اور اجزائے نور محمدؐ وہ موضوع ہے کہ جس پر صرف اور صرف حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بات کر سکتے ہیں۔ اور ہم تو حضرت علی علیہ السلام کی بیان کردہ باتوں کی تشریح کرنے اور سمجھنے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ بہرحال قرآن اور خود اُنؐ ہی کے بیان کی مدد سے جو کچھ سمجھ میں آ سکتا ہے سنئیے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

**ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ O فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ O** (حم سجدہ 41/11-12)

مودودی ترجمہ: ''پھر اللہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اُس وقت محض دھواں تھا۔ اُس نے آسمان اور زمین سے کہا'' وجود میں آ جاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو'' دونوں نے کہا'' ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح'' تب اُس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے۔ اور ہر آسمان میں اُس کا قانون وحی

کردیا گیا اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اُسے خوب محفوظ کردیا یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔"

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 444 تا 446)

## مودودی کی تشریحات میں پھر تخلیق کائنات کو واضح کیا گیا ہے۔

یہاں بھی لفظ تقدیر کو ایک عزیز اور علیم ہستی سے منسوب کیا گیا ہے یعنی تقدیر کا یقین علم کے ماتحت ہے نہ کہ اُلٹے سیدھے جابرانہ طریقے کے ماتحت۔

اب مودودی کو سنئیے:

"14 اس مقام پر تین باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ اول یہ کہ آسمان سے مراد یہاں پوری کائنات ہے۔ جیسا کہ بعد کے فقروں سے ظاہر ہے دوسرے الفاظ میں آسمان کی طرف متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات کی طرف متوجہ ہوا۔ دوم یہ کہ دھوئیں سے مُراد مادے کی وہ ابتدائی حالت ہے جس میں وہ کائنات کی صورت گری سے پہلے ایک بے شکل منتشر الاجزاء غبار کی طرح فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ موجودہ زمانہ کے سائنس دان اسی چیز کو سحابیے (Nebula) سے تعبیر کرتے ہیں اور آغاز کائنات کے متعلق اُن کا تصور بھی یہی ہے کہ تخلیق سے پہلے وہ مادّہ جس سے کائنات بنی ہے اِسی دخانی یا سحابی شکل میں منتشر تھا۔ سوم یہ

کہ ''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا'' سے یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ پہلے اُس نے زمین بنائی ، پھر اُس نے پہاڑ جمانے ، برکتیں رکھنے اور سامان خوراک فراہم کرنے کا کام انجام دیا پھراس سے فارغ ہونے کے بعد وہ کائنات کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا۔اس غلط فہمی کو بعد کا یہ فقرہ رفع کر دیتا ہے کہ ''اُس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ اور اُنہوں نے کہا ہم آگئے فرمانبرداروں کی طرح۔''

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس آیت اور بعد کی آیات میں ذکر اُس وقت کا ہورہا ہے جب نہ زمین تھی نہ آسمان تھا بلکہ تخلیق کائنات کی ابتدا کی جارہی تھی۔محض لفظ ثُــمَّ (پھر) کواس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ زمین کی پیدائش آسمان سے پہلے ہوچکی تھی۔قرآن مجید میں اس امر کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ثُمَّ کا لفظ لازماً ترتیب زمانی ہی کے لئے نہیں آتا بلکہ ترتیب بیان کے طور پر بھی اُسے استعمال کیا جاتا ہے۔

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 444۔445)

**نباتات کے متعلق تقدیر اور مودودی کا ترجمہ وتشریح دیکھیں۔**

نباتات وجمادات وغیرہ کے لئے فرمایا ہے کہ:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

مَّوۡزُوۡنٍ Oوَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡهَا مَعَایِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِیۡنَ Oوَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَانُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍO (حجر 21-15/19)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''ہم نے زمین کو پھیلایا اُس میں پہاڑ جمائے اُس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی اور اُس میں معیشت کے اسباب فراہم کئے تمہارے لئے بھی اور اُن بہت سی مخلوقات کیلئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 503-502)

<u>مودودی کی تشریحات۔</u>

''13 نباتات کی ہر نوع میں تناسل کی اس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر اُس کے صرف ایک پودے کی ہی نسل کو بڑھنے کا موقع مل جاتا تو چند سال کے اندر روئے زمین میں وہی وہ نظر آتی کسی دوسری قسم کی نباتات کے لئے کوئی جگہ نہ رہتی۔مگر یہ ایک حکیم اور قادر مطلق کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے مطابق بے حد وحساب اقسام کی نباتات اس زمین پر اُگ رہی ہیں اور ہر نوع کی پیداوار اپنی ایک مخصوص حد پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔اسی منظر کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ہر نوع کی جسامت، پھیلاؤ، اُٹھان

اور نشو ونما کی ایک حد مقرر ہے جس سے نباتات کی کوئی قسم بھی تجاوز نہیں کر سکتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ہر درخت ہر پودے اور ہر بیل و بوٹے کے لئے جسم، قد، شکل، برگ و بار اور پیداوار کی ایک مقدار پورے ناپ تول اور حساب و شمار کے ساتھ مقرر کر رکھی ہے"

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 503-502)

<u>دوسری تشریح ہمہ گیر تقدیر پر بیان دیا ہے۔</u>

"14 ؎ یہاں اس حقیقت پر متنبہ فرمایا ہے کہ یہ معاملہ صرف نباتات ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام موجودات کے معاملہ میں عام ہے۔ ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، جمادات، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز ہر نوع ہر جنس اور ہر قوت و طاقت کے لئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے۔ اور ایک مقدار مقرر ہے جس سے نہ وہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے۔ اسی تقدیر اور کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر ہی کا کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک پورے نظام کائنات میں یہ توازن، یہ اعتدال اور یہ تناسب نظر آ رہا ہے۔"

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 503)

<u>انسانوں کے علاوہ باقی مخلوقات کی تقدیر پر قرآن سے ایک آخری بیان۔</u>

ہم سمجھتے ہیں کہ انسانوں کے علاوہ باقی مخلوق کی تقدیر پر قرآن کریم کی

کافی آیات سامنے لائی جاچکی ہیں اورمودودی کو بھی ساتھ ساتھ سامنے رکھا گیا ہےاورآپ نے غالباً نوٹ کیا ہوگا کہ مودودی نے کہیں یہ اشارہ تک نہیں کیا کہ مذکورہ تقدیرات انسانوں کے علاوہ مخلوقات کی تقدیرات ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف انہوں نے اپنے الفاظ اورطرز بیان میں یہ کوشش کی ہے کہ اُن تمام تقدیرات کو عام اورسب کے لئے سمجھا جائے۔اب ہم ایک آخری آیت پیش کرتے ہیں اُس کے ترجمےاورتشریح میں اس پہلوکونوٹ کیجئے کہ مودودی چاہتے ہیں کہ مذکورہ اورآنے والی تقدیرات کوسب کے لئے سمجھا جائے۔ سنئے اللہ نے فرمایا کہ:اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍO (قمر54/49)

مودودی ترجمہ:''ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔''
(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 241)

مودودی کی تشریح:

''25 یعنی دُنیا کی کوئی چیز بھی اَلل ٹپ نہیں پیدا کردی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہےجس کے مطابق وہ ایک مقررہ وقت پر بنتی ہے۔ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے،ایک خاص حدتک نشوونما پاتی ہے،ایک خاص مدت تک باقی رہتی ہےاورایک خاص وقت پرختم ہوجاتی ہے۔اسی عالمگیر ضابطہ کے مطابق خوداس دنیا کی بھی ایک تقدیر ہےجس کے مطابق ایک

وقت خاص تک یہ چل رہی ہے اور ایک وقت خاص اسے ختم ہونا ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 241)

آپ نے دیکھا کہ مودودی نے کہیں انسان کو مستثنٰی یا الگ نہیں کیا ہے لیکن ہم اب مودودی کے قلم سے انسانی تقدیر کی صورت پیش کریں گے۔ اور اُسی کے قلم سے دکھائیں گے کہ انسانوں کی تقدیر مجبور و بے ارادہ اور بے عقل مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ انسانوں کو اپنے تقدیر خود بنانے کا اختیار دیا گیا ہے یہ دکھانے کے بعد ہم مشیت خداوندی پر بات کریں گے اور مودودی کو قریش کے ساتھ برابر کا مجرم ثابت کریں گے۔ چنانچہ اللہ سورہ تغابن کی ابتدا یوں کرتا ہے کہ:

**تقدیر کے معاملے میں قرآن سے انسان کی پوزیشن اور مودودی کی تصدیقات۔**

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ O يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (تغابن 4-64/1)

مودودی ترجمہ: ''اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور

ہر وہ چیز جو زمین میں ہے اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔ اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ اُس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے اور اُسی کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اُسے علم ہے۔ جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اُس کو معلوم ہے اور وہ دِلوں کا حال جانتا ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 527 تا 529)

اِن چاروں آیات کی تشریحات میں مودودی نے کافی مواد لکھا ہے لہٰذا ہم زیادہ سے زیادہ سامان نقل کرینگے جس میں وہ انسانی تقدیر پر بیان دینگے۔

مودودی کی پہلی تشریح۔

''بعد کے مضمون پر غور کرنے سے یہ بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ کلام کا آغاز اس فقرے سے کیوں کیا گیا ہے۔ آگے کائنات اور انسان کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ہی اُس کا خالق ہے مالک ہے اور فرمانروا ہے۔ اور اُس نے یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں بنائی ہے۔ اور انسان یہاں غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ

چاہے کرتا پھرے۔کوئی اُس سے باز پرس کرنے والا نہ ہو۔اوراس کائنات کا فرمانروا کوئی شہید بے خبر نہیں ہے کہ اُس کی سلطنت میں جو کچھ ہورہا ہے اُس کا کوئی علم اُس کو نہ ہو۔اس مضمون کی بہترین تمہید وہی ہوسکتی تھی جو اس مختصر سے فقرے میں ارشاد ہوئی ہے۔موقع ومحل کے لحاظ سے اس تمہید کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں کی انتہائی وسعتوں تک جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے، اگر تم عقل کے اندھے نہیں ہو تو تمہیں صاف محسوس ہوگا کہ ایک ذرے سے لے کر عظیم ترین کہکشانوں تک ہر چیز نہ صرف خدا کے وجود پر گواہ ہے بلکہ اس بات کی گواہی بھی دے رہی ہے کہ اس کا خدا ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور غلطی سے پاک ہے اُس کی ذات وصفات اور اُس کے افعال واحکام میں کسی عیب وخطا یا کمزوری اور نقص کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجے میں بھی کوئی احتمال ہوتا تو یہ کمال درجہ حکیمانہ نظام وجود ہی میں نہ آتا۔کجا کہ ازل سے ابد تک ایسے اَٹل طریقے سے چل سکتا۔

## دوسری تشریح اللہ کا کچھ ہستیوں کو تصرف اور ملکیت اور حکمرانی کے اختیارات دینا؟

"2 یعنی یہ پوری کائنات اُسی کی سلطنت ہے۔وہ صرف اس کو بنا کر اور ایک دفعہ حرکت دے کر نہیں رہ گیا ہے بلکہ وہی عملاً اس پر ہر آن

حکومت کررہا ہے۔اس حکومت اور فرمانروائی میں کسی دوسرے کا قطعاً کوئی دخل یا حصہ نہیں ہے۔ دوسروں کو اگر عارضی طور پر محدود پیمانے پر اس کائنات میں کسی جگہ تصرف یا ملکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل ہیں تو وہ اُن کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں۔ جو اُنہیں اپنے زور پر حاصل ہوئے ہوں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں۔ جب تک اللہ چاہے وہ انہیں حاصل رہتے ہیں اور جب چاہے وہ انہیں سلب کرسکتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 528-527)

تیسری تشریح اللہ کے علاوہ کچھ اور ہستیاں بھی قابل حمد وثنا اور شکریہ کی حقدار ہوسکتی ہیں

"3 بالفاظ دیگر وہی اکیلا تعریف کا مستحق ہے۔ دوسری جس ہستی میں بھی کوئی قابل تعریف خوبی پائی جاتی ہے وہ اُسی کی عطا کی ہوئی ہے اور اگر حمد کو شکر کے معنی میں لیا جائے تو شکر کا اصل مستحق وہی ہے کیوں کہ ساری نعمتیں اُسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ساری مخلوقات کا حقیقی محسن اُسکے سوا کوئی نہیں ہے۔ دوسری کسی ہستی کے کسی احسان کا ہم شکر ادا کرتے ہیں تو اس بنا پر کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنی نعمت اُس کے ہاتھوں ہم تک پہنچائی ہے ورنہ وہ خود نہ اُس نعمت کا خالق ہے نہ اللہ کی توفیق کے بغیر وہ اس نعمت کو ہم تک پہنچا سکتا تھا" (ایضاً صفحہ 528)

## ایک اور تشریح انسان کے اختیارات وصلاحیتیں۔

''اُسی نے تمہیں اس طرح پیدا کیا ہے کہ تم کفر اختیار کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اور ایمان لانا چاہو تو لا سکتے ہو۔ ایمان وکفر میں سے کسی کے اختیار کرنے پر بھی اُس نے تمہیں مجبور نہیں کیا ہے۔اس لئے اپنے ایمان اور کفر دونوں کے تم خود ذمہ دار ہو اُس نے یہ اختیار دے کر تمہیں امتحان میں ڈالا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ تم اپنے اس اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہو۔ اس کائنات میں اللہ نے انسانوں کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔صورت سے مراد محض انسان کا چہرہ نہیں ہے بلکہ اُس سے مراد اُس کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے آدمی کو عطا کی گئی ہیں۔ان دونوں حیثیتوں سے انسان کو زمین کی مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا گیا ہے اور اسی بنا پر وہ اس قابل ہوا ہے کہ اُن تمام موجودات پر حکمرانی کرے جو زمین اور اُس کے گردوپیش میں پائی جاتی ہیں۔اس کو کھڑا قد دیا گیا ہے اس کو چلنے کے لئے مناسب ترین پاؤں دیئے گئے ہیں۔اس کو کام کرنے کے لئے موزوں ترین ہاتھ دیئے گئے ہیں۔اس کو ایسے حواس اور ایسے آلات علم دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ ہر

طرح کی معلومات حاصل کرلیتا ہے۔اُس کوسوچنے اورسمجھنے اور معلومات کوجمع کر کے اُن سے نتائج اخذ کرنے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ذہن دیا گیا ہے۔اُس کوایک اخلاقی حسِ اورقوت تمیز دی گئی ہے۔جس کی بنا پر وہ بھلائی اور بُرائی اور صحیح اور غلط میں فرق کرتا ہے۔اُس کوایک قوت فیصلہ دی گئی ہے جس سے کام لے کر وہ اپنی راہ عمل کا خود انتخاب کرتا ہے۔ اور یہ طے کرتا ہے کہ اپنی کوششوں کو کس راستے پر لگائے اور کس پر نہ لگائے۔اس کو یہاں تک آزادی دے دی گئی ہے کہ چاہےتو اپنے خالق کو مانے اوراُس کی بندگی کرے ورنہ اُس کا انکار کردے۔یا جن جن کو چاہے اپنا خدا بنا بیٹھے۔یا جسے خدا مانتا ہواُس کے خلاف بھی بغاوت کرنا چاہےتو کرگزرے۔اِن ساری قوتوں اوران سارے اختیارات کے ساتھ اُسے خدا نے اپنی پیدا کردہ بے شمار مخلوقات پر تصرف کرنے کا اقتدار دیا ہے اور وہ عملاً اقتدار کو استعمال کر رہا ہے۔انسان اپنے پورے کارنامہ حیات کے لئے جواب دہ ہے۔اس لئے اس کی جواب دہی کا صحیح وقت لازماً وہی ہونا چاہئے جب اُس کا کارنامہ حیات مکمل ہو چکا ہو۔انسان اُن تمام اثرات ونتائج کے لئے بھی ذمہ دار ہے۔جواُس کے افعال سے دوسروں کی زندگی پر مُرتب ہوئے ہوں۔اوروہ اثرات ونتائج اُس کے مرنے

کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اُس کے بعد مدتہائے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔لہٰذا صحیح محاسبہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جب پوری نوع انسان کا کارنامہ حیات ختم ہو جائے اور تمام اولین و آخرین بیک وقت جوابدہی کے لئے جمع کئے جائیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 531-530)

## مودودی کی آخری تشریح دنیا میں عدل کے متعلق۔

''انسان کی عقل خود یہ تقاضہ کرتی ہے کہ آدمی کو اُس کے ہر جرم کی سزا ملنا چاہیئے ۔لیکن آخر یہ بات کون نہیں جانتا کہ دنیا میں اکثر و بیشتر جرائم یا چھپے رہ جاتے ہیں یا اُن کے لئے کافی شہادت بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے مجرم چھوٹ جاتا ہے۔ یا جرم کھل بھی جاتا ہے تو مجرم اتنا با اثر اور طاقتور ہوتا ہے کہ اُسے سزا نہیں دی جاسکتی (یا خود ہی انصاف کا ٹھیکہ دار ہوتا ہے جیسے خلفاءاور بادشاہ۔احسن ) پھر انسان کی عقل یہ بھی چاہتی ہے کہ آدمی کو محض اس بنا پر سزا نہیں ملنا چاہیئے کہ اُس کے فعل کی صورت ایک مجرمانہ فعل کی سی تھی ۔ بلکہ یہ تحقیق ہونا چاہیئے کہ جو فعل اُس نے کیا ہے بالارادہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔اُس کے ارتکاب کے وقت ایک ذمہ دار عامل کی حیثیت سے کام کررہا تھا۔اُس کی نیت فی الواقع ارتکابِ جرم ہی کی تھی ۔اور وہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کررہا ہے وہ جرم ہے؟ اسی لئے دنیا کی عدالتیں

مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اِن اُمور کی تحقیق کرتی ہیں اور ان کی تحقیق کو اصول انصاف کا تقاضا مانا جاتا ہے۔ مگر کیا واقعی دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا پایا جاتا ہے جس سے اِن کی ٹھیک ٹھیک تحقیق ہوسکے؟ جو ہر شبہ سے بالاتر ہو؟ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ آیت (64/3) بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے گہرا منطقی ربط رکھتی ہے کہ ''اُس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے'' برحق پیدا کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ''اس کائنات میں صحیح اور کامل عدل ہو'' یہ عدل لازماً اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب کہ عدل کرنے والے کی نگاہ سے انسان جیسی ذمہ دار مخلوق کا نہ صرف یہ کہ کوئی فعل چھپا نہ رہ جائے بلکہ وہ نیت بھی اُس سے مخفی نہ رہے جس کے ساتھ کسی شخص نے کوئی فعل کیا ہو (یہی سبب ہے معصوم قیادت وحکمرانی قائم کرنے کا۔ احسن) اور ظاہر ہے کہ خالق کائنات کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہوسکتی جو اس طرح کا عدل کر سکے۔ اب اگر کوئی شخص اللہ وآخرت کا انکار کرتا ہے تو وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم ایک ایسی کائنات میں رہتے ہیں جو فی الحقیقت انصاف سے خالی ہے۔ بلکہ جس میں سرِے سے انصاف کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اس احمقانہ تخیل پر جس شخص کی عقل اور جس کا قلب وضمیر مطمئن ہوں وہ بڑا ہی بے شرم ہے اگر وہ اپنے

آپ کو ترقی پسند یا عقلیت پسند سمجھتا ہو اور اُن لوگوں کو تاریک خیال یا رجعت پسند سمجھے جو کائنات کے اس انتہائی معقول (Rational) تصور (قیامت) کو قبول کرتے ہیں جسے قرآن پیش کر رہا ہے"

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 533-532)

قارئین آپ نے دیکھ لیا کہ بقول مودودی اللہ کے سوا کائنات میں عدل کرنے والا کوئی نہیں لہٰذا عدل وانصاف دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ لیکن اللہ چاہتا ہے کہ اس کائنات میں عدل وانصاف ہو۔ اسی لئے اللہ نے کائناتی عدل برقرار رکھنے کے لئے ہی محمدؐ، علیؑ، آئمہ اہل بیتؑ کو اپنی سو فیصد نمائندگی کے لئے روز اوّل سے کائناتی حکمرانی ونیابت عطا کی تھی۔ اگر مودودی اور مودودی کے ہم مذہب قریشی راہنما اینڈ کمپنی قبول نہیں کرتی تو نہ کرے مگر قرآن مجید سے بار بار اور طرح طرح ثابت ہے کہ اللہ نے پوری کائنات میں ہر لمحہ عدل کو قائم رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے اور برابر ہر لمحہ عدل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ جن لوگوں کو اللہ نے ابلیس کی طرح کفر وایمان، اطاعت اور بغاوت میں آزادی دی تھی وہ اگر عدل نہ کریں تو اُن کو زبردستی عدل اطاعت پر قائم نہیں رکھا گیا اور یہی اللہ کی مشیت ہے اُن سے مواخذہ ہوتا رہا ہے۔ سزائیں دی جاتی رہی ہیں۔ اور مواخذہ برابر جاری ہے جاری رہے گا یہاں تک کہ اُنہیں عذاب جہنم سے دوچار نہ کر دیا جائے۔

رسوؐل اللہ کو عدل قائم کرنے کا حکم دیا گیا اور قریشی لیڈروں کے مجتہدانہ تصورات کو رد کرنا واجب کیا گیا ہے (42/15-16) حق کی طرف راہنمائی کرنے اور کائنات میں عدل قائم کرنے اور رکھنے کے لئے اللہ نے تخلیق کے دوران ہی عدل قائم رکھنے پر ایک اُمت پیدا کر دی تھی جو قیامت تک موجود و برقرار رہتی چلی جائے گی (7/181-183)۔ اگر اللہ نے عدل ہوتے رہنے کا انتظام نہ کیا ہوتا اور عدل پر قادار نہ ذواؐت مقدسہ پیدا نہ کی ہوتیں تو عدل کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا (16/90-91) ان آیات میں سات کام ایسے بتائے گئے ہیں جن پر تمام انسانوں نے عمل کرنا ہے اور جن پر تمام انسان عمل کریں تو عدل قائم رہے گا۔

اول۔ یہ کہ ہر شخص ہر وقت اِس فکر میں رہے کہ دوسروں پر احسان کرے اور جہاں موقع ملے احسان کرتا رہے۔

دوم۔ یہ کہ ہر شخص قربیٰ والے کو یا قربیٰ کے مالک کو یا صاحبِ قربیٰ کو جو کچھ بھی دے سکے دیتا رہے۔

سوم۔ یہ کہ ہر شخص کوئی شرمناک کام نہ کرے۔

چہارم۔ یہ کہ ہر شخص کوئی ایسا کام نہ کرے جو دنیا میں کہیں ناپسند کیا جاتا ہو۔

پنجم۔ یہ کہ ہر شخص کبھی کسی سے بغاوت نہ کرے۔

ششم۔ یہ کہ ہر شخص اللہ کے ہر وعدہ اور عہد کو ہر حال میں پورا کرتا رہے۔

ہفتم ۔ یہ کہ ہر شخص آپس کے ہر وعدہ اور معاہدے پر قائم رہے اور پابندی سے عمل کرے قارئیں سوچیں اور غور کریں کہ اگر تمام انسان ان سات واجبات پر عمل پیرا رہیں تو ظلم وستم وجبر وگناہ اور جرائم تو کہاں دُنیا میں کوئی بدتمیزی یا ناگواری ڈھونڈے نہ ملے گی۔ قارئین کو ذِی الْقُرْبیٰ کے سمجھنے میں اب بھی دِقت ہو رہی ہوگی مگر یہ بات تو صاف ہے کہ یہ ذِی الْقُرْبیٰ ایک شخص ہے اور رسول اللہ سے لے کر تمام انسان مامور ہیں کہ اُس کو دیتے رہیں اور یہی وہ شخص ہے جس سے قریش اور قریش کے ہر لیڈر کو دشمنی ہے اور جس نے اسلام کو قیامت تک عدل فراہم کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ اسی ذوالقربیٰ کا حق ادا کرنا خود رسولؐ اللہ پر بھی واجب رکھا گیا تھا (30/38)۔ اسی ذوالقربیٰ کے ذریعہ سے عدل کو قیامت تک قائم رکھنے کے لئے اللہ نے امانتیں اہل امنت کو سپرد کرنے اور عدل کے ساتھ حکومت قائم کرنے کی نہایت عمدہ نصیحت کی تھی ۔ اللہ نے قیامت تک عدل قائم رکھنے کے لئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ○ (نساء 4/58)

''یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کو سپرد کرنا اور جب لوگوں

کے درمیان حکومت قائم کرو تو عدل کے ساتھ حکومت قائم کرو۔ اللہ نے تمہیں نہایت عمدہ نصیحت کر دی ہے اور یہ سمجھ لو کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

ساری دُنیا جانتی ہے کہ قریش نے رسولؐ اللہ کی امانت کو غصب کیا اور حضرت علی علیہ السلام کو یہ امانت واپس نہیں کی اور ایک ایسی حکومت قائم کر لی جو عدل وانصاف کی نہ اہلیت رکھتی تھی اور نہ عدل وانصاف کی قائل تھی۔ اور مودودی اُن ہی کے تحفظ میں عدل کو ناممکن کہتے ہیں۔ بہر حال قرآن سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نمائندےؐ سو فیصد عدل قائم کرنے کی وہ تمام صفات وقدرت رکھتے تھے جن کا مودودی نے اللہ کے سوا ہر شخص کے لئے ناممکن ہونا تفصیل سے لکھا ہے اور خود رسولؐ کو اُن صفات وقدرتوں سے خالی قرار دیا ہے یعنی اُن کے لئے بھی عدل کو ناممکن لکھا ہے جنہیں خود اللہ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ بہر حال قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ رسولؐ اللہ اللہ کی طرح عدل کر سکتے تھے۔ اور یہ کہ ایک اُمت ہر وقت ایسی موجود رہی ہے جس کو خدا نے عدل کرنے کے لئے تمام صفات اور قدرتیں دی تھیں۔ جو اللہ کی طرح ہر شخص کی نیت اور قلبی ارادوں پر مطلع تھی۔ جس سے کوئی ایسی چیز پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی جو قیام عدل کے لئے ضروری ہو۔ لہٰذا یہ ماننا لازم آتا ہے کہ عدل قائم کرنے سے اور اُسے برقرار رکھنے کے لئے اللہ نے محمدؐ

وعلیؑ اور آئمہ اہلؑ بیت کو یہ قدرت عطا کی تھی کہ:

''اُن کی نگاہ سے ہر مخلوق کا ہر عمل ونیت مخفی نہ رہے'' اور اُن کے قلبی وذہنی رجحانات وارادے اُن کو معلوم اور یاد رہیں'' اِسی بنا پر اُنہیں امتوں پر چشم دید گواہ یا شہید بنایا گیا ہے۔'' (سورہ نساء 4/41، سورہ نحل 16/89)

اور حضرت علی علیہ السلام کو تو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازلی وابدی و ہمہ گیر رسالت پر اپنے برابر کا شہید فرمایا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِO (الرعد 13/43)

''اور جو لوگ حق کو چھپا رہے ہیں وہ کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ اَے محمدؐ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسوؐل نہیں ہو۔ تم اُن سے کہہ دو کہ میری رسالت پر اور میرے رسولؐ ہونے پر تمہارے اور میرے درمیان اللہ اور وہ شخص کافی چشم دید گواہ ہے جو مکمل کتاب کا علم رکھتا ہے۔''

قارئین جہاں تک مودودی وقریش کے عقیدہ تقدیر ومشیت کا تعلق ہے ان کی تردید کے لئے مکمل سامان جمع ہوگیا مگر ہم مودودی کی علمیت کا جوس (Juice) نکال دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہاں بس نہ کریں گے چنانچہ یہ بھی سنئیے کہ علامہ صاحب اپنے بیان میں انسانی آزادی، ارادہ اور اختیارات کے ساتھ ہی

بالواسطہ مشیت خداوندی کو بھی بیان کر جاتے ہیں۔یعنی:

## مودودی کی تشریح انسانی آزادی وغیرہ۔

''24 یعنی اگر صرف یہی بات مطلوب ہوتی کہ تمام انسان کسی نہ کسی طور پر راست رو بن جائیں تو نبیؑ بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے اور مومنوں سے کفار کے مقابلہ میں جدوجہد کرانے اور دعوتِ حق کو تدریجی تحریک کی منزلوں سے گزروانے کی حاجت ہی کیا تھی ۔ یہ کام تو اللہ کے ایک ہی تخلیقی اشارے سے انجام پاسکتا تھا۔ لیکن اللہ اس کام کو اس طریقہ پر کرنا نہیں چاہتا (اللہ کی مشیت بیان کرتے ہیں۔احسنؔ) اُس کا منشا تو یہ ہے کہ حق کو دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ پھر اُن میں سے جو لوگ فکر صحیح سے کام لے کر حق کو پہچان لیں وہ اپنے آزادانہ اختیار سے اُس پر ایمان لائیں ۔اپنی سیرتوں کو اُس کے سانچے میں ڈھال کر باطل پرستوں کے مقابلے میں اپنا اخلاقی تفوّق ثابت کریں ۔انسانوں کے مجموعے میں سے صالح عناصر کو اپنے طاقتور استدلال سے، اپنے بلند نصب العین، اپنے بہتر اصول زندگی اور اپنی پاکیزہ سیرت کی کشش سے اپنی طرف کھینچتے چلے جائیں ۔اور باطل کے خلاف پیہم جدوجہد کر کے فطری ارتقاء کی راہ سے اقامتِ دین کی منزل تک پہنچیں ۔اللہ اس کام

میں اُن کی راہنمائی کرے گا اور جس مرحلہ پر جیسی مدد کے پانے کا وہ اپنے آپ کو مستحق بنائیں گے وہ مدد بھی اُنہیں دیتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ اس فطری راستے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت قاہرہ کے زور سے افکارِ فاسدہ کو مٹا کر لوگوں میں فکر صالح پھیلا دے اور تمدن فاسد کو نیست و نابود کر کے مدنیت صالحہ تعمیر کر دے تو ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ اللہ کی اُس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اُس نے انسان کو اس دُنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے۔ اُسے تصرف کے اختیارات دیئے ہیں۔ اطاعت وعصیان کی آزادی بخشی ہے۔ امتحان کی مہلت عطا کی ہے اور اُس کی سعی کے مطابق جزا اور سزا کے لئے فیصلے کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 536)

## مشیتِ خداوندی اور رضائے خداوندی کا فرق بیان کر کے مودودی اور بھی پھنس گئے۔

اب مودودی کے قلم سے مشیت خداوندی پر ایک کھلا بیان سنئے:

"20 یعنی وہ اپنے کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ خود بندوں کے مفاد کی خاطر یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر کریں، کیوں کہ کفر خود اُن ہی کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور رضا

دوسری چیز۔ دنیا میں کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوسکتا مگر اُس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہوسکتے ہیں۔ اور رات دن ہوتے رہتے ہیں مثلاً دُنیا میں جباروں اور ظالموں کا حکمران ہونا۔ چوروں، ڈاکوؤں کا پایا جانا، قاتلوں اور زانیوں کا موجود ہونا اسی لئے ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بنائے ہوئے نظامِ قدرت میں اِن برائیوں کے ظہور کی اور ان اشرار کے وجود کی گنجائش رکھی ہے۔ پھر اُن کو بَدی کے مواقع بھی وہی دیتا ہے اور اسی طرح دیتا ہے جس طرح نیکوں کو نیکی کے مواقع دیتا ہے۔ اگر وہ سرے سے اِن کاموں کی گنجائش ہی نہ رکھتا اور ان کے کرنے والوں کو مواقع ہی نہ دیتا تو دنیا میں کبھی کوئی برائی ظاہر نہ ہوتی۔ یہ سب کچھ بر بنائے مشیت ہے۔ لیکن مشیت کے تحت کسی فعل کا صدور یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص حرام خوری ہی کے ذریعہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اِسی ذریعے سے اس کو رزق دیتا ہے۔ یہ ہے اُس کی مشیت۔ مگر مشیت کے تحت چور یا ڈاکو یا رشوت خور کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں کہ چوری، ڈاکے اور رشوت کو اللہ پسند بھی کرتا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں (39/7) میں فرما رہا ہے کہ تم کفر کرنا چاہو تو کرو کیوں کہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس

سے کچھ بھی نہیں بگڑتا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 361)

## مشیت کے معنی آزادانہ مختارانہ عطاشدہ سامان اور صلاحیتوں اور قدرتوں کو قوانین خداوندی یا تقدیرات پر استعمال کرنا۔

یہاں تک آیات اور مودودی کے بیانات سے ثابت ہوگیا کہ انسان کو نہ تقدیر مجبور کرتی ہے نہ مشیت ۔ انسان سو فیصد آزاد ہے اُسے عقل وفہم وادراک ووجدان وضمیر وارادہ دیا گیا ہے اُسے قوت وقدرت واختیارات دیئے گئے ہیں۔ اور تمام مخلوقات کو اُس کے زیر تصرف واقتدار رکھا گیا ہے۔ اور انسان کو قوانین کا یعنی تقدیرات کا اور قوانین کے استعمال کا علم دیا گیا۔ لہٰذا وہ اپنے اعمال کا اور اعمال کے نتائج کا ذمہ دار ہے۔ اور یہی مشیت خداوندی ہے۔ کہ انسان جو کچھ بھی کرے اسے کرنے دیا جائے اللہ کا اُس کے افعال میں دخل نہ ہو۔ مشیت یہی ہے کہ انسانوں کو پورا پورا موقع دیا گیا ہے کہ وہ اپنے علم واختیار وقدرت ووسائل وقوانین خداوندی کو جس طرح چاہیں استعمال کریں اور اپنے اعمال واعمال کے نتائج کے ذمہ دار رہیں۔ اللہ کی یہ مشیت بھی روز ازل سے طے شدہ ہے۔ روز روز طے نہیں کی جاتی نہ ہر آدمی کے ہر فعل کے وقت طے کی جاتی ہے۔ نہ ہر آدمی کو ہر فعل کے وقت اِذن دیا جاتا ہے نہ ہر فعل کے وقت یا فعل کے دوران توفیق دی جاتی ہے۔ جو کچھ دیا جانا تھا وہ دیا جا چکا ہے۔ وہ تمام سامان ووسائل

وقوانین دیئے جا چکے ہیں۔ جن سے کوئی فعل انجام پذیر ہوگا۔ چوری کا سامان، وسائل پہلے سے حاصل ہیں۔ زنا کے لئے سب کچھ ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اچھے کاموں کے لئے مواقع حاصل ہیں سامان مہیا ہے۔ آدمی کا کام ہے کہ وہ خود مواقع کو اور سامان ووسائل وذرائع اور قوانین کو استعمال کرے۔ صحیح استعمال کرے گا کامیاب ہوگا۔ غلط استعمال کرے گا ناکام ہوگا۔ اللہ کی پسند اور ناپسند، رضامندی اور نارضامندی کہیں آڑے نہ آئے گی۔ اُسے برداشت کرنا پڑے گا یہی اُس کی مشیّت ہے۔ اُس نے یہی چاہا ہے کہ قاتل قتل کرتا رہے وہ دیکھتا رہے۔ زنا ہوتا رہے وہ خاموش رہے۔ گھر لٹتے اور جلتے رہیں وہ چپ رہے۔ غصہ میں آکر اپنی مشیت کے خلاف کوئی اقدام نہ کرے۔ یہی مشیت ہے خدا نے یہی چاہا تھا۔ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین اور تقدیرات بھی قاتل کا زانی کا اور ڈاکو کا ساتھ دیں گی۔ تلوار کاٹے گی، آلات زنا کام کریں گے۔ آگ جلائے گی۔ مال ڈاکو کے پاس جانے سے انکار نہ کرے گا۔ یہ مولانا کا فریب ہے کہ اللہ ہر قاتل اور زانی اور ہر لٹیرے کو پہلے اذن دے تو وہ قتل اور زنا اور وہ ڈاکہ ڈالیں گے اور قتل وزنا اور ڈاکے کے دوران توفیق دیگا۔ تو قتل وزنا ولوٹ انجام پائیں گے ورنہ نہ قتل ہوگا نہ زنا ہوگا نہ لوٹ اور آگ کام کرے گی۔ یہ سب بکواس ہے۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ روز ازل سے مشیت میں طے کر دیا گیا تھا۔ توفیق اذن مشیت

میں داخل ہے۔ اَب آدمی کی اپنی سوجھ بوجھ، علم وقدرت پر منحصر ہے۔ قانون کو ٹھیک استعمال کرے گا کامیاب ہوگا ورنہ ناکام ہوجائے گا۔ لوگوں کے جاگتے ہوئے چور کی پٹائی ہوگی مجمع عام میں زنا تو زنا ہے مذاق کرنے والے کی خوب ٹھکائی ہوگی ایک آدمی ڈاکہ ڈالے اور ہتھیار نہ ہوں تو گرفتار ہوجائے گا۔ لہٰذا قاتل، زانی اور ڈاکو کا اپنا کام ہے کہ توفیق فراہم کرے اور موقع حاصل کرے یعنی اذن لے۔ اب اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اگر وہ دخل دے تو اسی کو دخل درمعقول کہا جائے گا۔ اس لئے کہ تقدیر بھی معقول ہے۔ اور مشیت بھی معقول ہے اور دونوں اللہ کے فیصلے ہیں۔ اللہ کے فیصلوں میں دخل سے زیادہ دخل درمعقولات اور کیا ہوسکتا ہے؟ مولانا اللہ کو ہر گناہ اور ہر نیکی میں شریک رکھنا چاہتے ہیں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ فلاں گناہ اللہ کے اذن اور توفیق سے ہوا۔ اگر اللہ کا اذن اور توفیق شامل حال نہ ہوتی تو گناہ نہ ہوسکتا تھا۔ یہی تو وہ عقیدہ ہے جسے ہم دشمنان خدا ورسولؐ کا عقیدہ کہتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کا اِذن اور توفیق شامل حال نہ ہوتی تو امام حسین علیہ السلام کا قتل وقوع میں نہ آتا۔ یعنی ہر گناہ اور ہر نیکی اللہ کے اذن اور توفیق سے وقوع میں آتے ہیں۔ خدا جھوٹوں اور فریب سازوں پر لعنت کرے۔ آمین۔

یہی وہ ترکیب ہے جس سے اِن لوگوں نے غلط عقیدہ پھیلایا اور لوگوں کو

گناہ کی جرأت دلائی ہے۔اور جہاں جہاں انہیں موقع ملا ہے وہاں اپنے غلط ترجموں اور تفسیروں سے قرآن کو اپنے مقاصد پر فٹ کیا ہے۔

## فریب سازی کے لئے مودودی کی ایک تشریح بہترین مثال بنتی ہے؟

چنانچہ یہاں سورہ عبس کی چار آیتوں کا مودودی ترجمہ اور اُن کی تشریح لکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ وہ عقیدہ تقدیر کو کس طرح اپنے مقصد پر فٹ کرتے ہیں دیکھئے:

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ Oمِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ Oثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗOثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗO(80/18-21)

مودودی ترجمہ: ”کس چیز سے اللہ نے اُسے پیدا کیا ہے؟ نطفہ کی ایک بوند سے۔اللہ نے اُسے پیدا کیا پھر اُس کی تقدیر مقرر کی۔ پھر اُس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی۔ پھر اُسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔“

## مودودی تشریح نے اللہ کے علم کو تقدیر بنا کر آدمی کو تقدیر کے ہاتھ میں مجبور کر کے دکھایا ہے

”12 یعنی یہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں بن رہا تھا کہ اُس کی تقدیر طے کر دی گئی۔اس کی جنس کیا ہوگی؟ اس کا رنگ کیا ہوگا؟ اِس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہوگی؟ اِس کے اعضا کس حد تک صحیح وسالم اور کس

حدتک ناقص ہوں گے؟ اس کی شکل وصورت اور آواز کیسی ہوگی؟ اُس کے جسم کی طاقت کتنی ہوگی؟ اُس کے ذہن کی صلاحیتیں کیا ہوں گی؟ کس سرزمین، کس خاندان، کن حالات اور کس ماحول میں پیدا ہوگا؟ پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اُٹھے گا؟ اُس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات، ماحول کے اثرات اور اُس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہوگا؟ کیا کردار یہ دُنیا کی زندگی میں ادا کرے گا؟ اور کتنا وقت اُسے زمین پر کام کرنے کے لئے دیا جائے گا؟ اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا نہ اس میں ذرہ برابر ردوبدل کرسکتا ہے۔ پھر کیسی عجیب ہے اس کی یہ جرأت کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے سامنے اتنا بے بس ہے اُس کے مقابلہ میں کفر کرتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 257-256)

**دوسری تشریح جس میں مودودی صاحب اللہ کے اور خود اپنے خلاف لکھتے ہیں۔**

" 13 یعنی دُنیا میں وہ تمام اسباب ووسائل فراہم کئے جن سے یہ کام لے سکے۔ ورنہ اس کے جسم و ذہن کی ساری قوتیں بے کار ثابت ہوتیں۔ اگر خالق نے اُنکے استعمال کرنے کیلئے زمین پر یہ سروسامان مہیا نہ کردیا ہوتا۔ اور یہ امکانات پیدا نہ کردیئے ہوتے۔ مزید برآں خالق نے اُس کو یہ موقع بھی دے دیا کہ اپنے لئے خیر یا شر، شکر یا کفر، طاعت یا

عصیان کی جوراہ بھی یہ اختیار کرنا چاہے کرسکے۔اس نے دونوں راستے اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے اور ہر راہ اُس کے لئے ہموار کردی کہ جس پر بھی یہ چلنا چاہے چلے۔‘‘(ایضاً صفحہ 257)

## مودودی نے اس ترجمہ اور تشریح میں انسانوں کو مجبور اور کٹ پتلی ثابت کردیا ہے

مودودی نے جو کچھ لکھا اور جس طرح لکھا ہے اگر وہ صحیح ہو تو اسمیں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اللہ نے انسانوں کو سو فیصد مجبور و بے بس پیدا کیا ہے اور پیدائش سے لے کر موت تک اُن کے لئے ایک راہ عمل اُن کی تقدیر بنادی گئی ہے اور بقول مودودی ’’۔اُس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتے نہ اس میں ذرہ برابر ردوبدل کرسکتے ہیں۔‘‘

قارئین سوچیں کہ اس سے زیادہ واضح اور مستحکم بیان اور کیا ہوسکتا ہے انسانوں کی بے بسی اور مجبوری اور اللہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہونے پر؟ مگر ہم نے اس شیطانی عقیدے کی دھجیاں اُڑانے اور اسے قابل مضحکہ بنانے ہی کے لئے مودودی کا سارا تانا بانا تفصیل سے سامنے رکھ دیا ہے۔جس میں اُن کا ہر بیان ہر تشریح اور ہر ترجمہ خود بڑھ کر اُن کی مذمت، تردید اور ابطال کرتا چلا آیا ہے۔اس آخری اور بہت زوردار تشریح میں خود اُن کا قلم اُن کی پول کھولتا ہے ۔اور اسی تقدیر کو باطل کرتا ہے جس سے بقول اُن کے انسان ’’بال برابر بھی نہ ہٹ سکتا تھا

اور ذرہ برابر ردوبدل نہ کرسکتا تھا‘‘

وہیں اُسی سانس میں مودودی نے لکھا ہے کہ: ’’پھر کیسی عجیب ہے اُس کی یہ جرأت کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے سامنے یہ اتنا بے بس ہے اُس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے۔‘‘

قارئین سوچیں کہ مسئلہ تقدیر کی اس سے زیادہ واضح اور مستحکم تردید اور کیا ہوگی؟ پھر دوسری تشریح میں تو مودودی نے اس تقدیر کا خود ہی مذاق اُڑا دیا ہے۔ سوچئے اور غور کیجئے کہ جب اللہ نے انسانوں کے لئے مودودی کا بیان کردہ پروگرام طے کر دیا تھا جس سے ہٹنا ناممکن تھا تو اُن کے لئے دنیا میں اسباب ووسائل فراہم کرنا اور اُن پر اپنی آزادی واختیار سے عمل کرنے کا امکان پیدا کرنا حماقت کے سوا اور کیا ہے؟ جب وہ بال برابر ہٹ نہیں سکتا تو اپنے لئے خیر یا شر، شکر یا کفر، طاعت یا عصیان کو کیسے اختیار کرسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ جناب علامہ مودودی اور قریش اور اُن کے عقائد سر سے پیر تک بکواس مبین ہیں۔

## قارئین کے مزید اطمینان کے لئے چند ضروری باتیں فریب سازی کا انکشاف۔

پہلی بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا چاروں آیتوں کا ہمارا ترجمہ دیکھیں۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ ’’یہ تو دیکھو کہ اُس کی تخلیقی حیثیت کیا ہے‘‘ یہی نا کہ وہ بھی نطفہ ہی سے پیدا کیا گیا ہے۔ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ لٰہذا اُسے تقدیری

قدرت دی گئی ہے۔ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ O پھر اُس کے لئے راہ حیات بھی آسان کردی گئی تھی۔ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاَقْبَرَهُ O پھر آخر کار اُسے موت سے دوچار کرنا اور قبر کے سپرد ہوجانا طے کردیا تھا۔" (اس سورت کی تشریحات ہماری تفسیر میں دیکھیں) ۔(80/18-21)

## ترجمہ میں مودودی کی فریب سازی۔

مودودی کے بیانات میں ثابت ہوچکا کہ اللہ نے اس پوری کائنات کی اور کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات کی تقدیر اُن کے وجود میں لانے سے پہلے طے کردی تھی اور اُس ہمہ گیر تقدیر یا قانون کے مطابق کائنات وموجودات کو وجود بخشا تھا۔لیکن اس ترجمہ میں مودودی کا فریب یہ ہے کہ یہاں وہ انسان کو پیدا پہلے کرتے ہیں اور تقدیر بعد میں مقرر کرواتے ہیں۔چنانچہ لکھا ہے کہ:

"اللہ نے اُسے پیدا کیا پھر اُس کی تقدیر مقرر کی" اور تقدیر مقرر ہوجانے کے بعد مودودی زندگی کی راہ آسان کرنا بتاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ: "پھر اُس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی" یعنی جو تقدیر پہلے مقرر کردی تھی اُس میں زندگی کی راہ نہ تھی یا اس تقدیر کے خلاف زندگی کی راہ مقرر کی تھی۔ترجمہ کا یہ انداز اُن کا خودساختہ اور قرآنی الفاظ کا مخالف ہے دوسری بات یہ کہ مودودی نے اپنی تشریح میں جو تقدیر اور تقدیر کی تفصیلات لکھی ہیں۔وہ نہ اِن چاروں آیات میں ہیں اور

نہ تقدیر کے متعلق لکھی ہوئی قرآنی آیات میں کہیں اور ہیں ۔ اِن میں یہ فریب دیا گیا ہے کہ علم خداوندی کو تقدیر بنا کر تشریح میں لکھ دیا گیا ہے۔جس سے قاری یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مودودی کی لکھی ہوئی تفصیلات اللہ نے انسانوں کی تقدیر بنادی تھی ۔لہٰذا تمام انسان مجبور ہو گئے کہ اُن تفصیلات کے خلاف نہ جاسکیں ۔اس لئے کہ وہ اللہ نے مقرر کی ہیں ۔ بات نہایت سادہ اور آسان تھی کہ اللہ نے انسانوں کو مکمل آزادی اور اختیارات ،صلاحیتیں وغیرہ سب کچھ دینے کے ساتھ ہی یہ بھی جان لیا تھا کہ کون کون کہاں کہاں اور کس طرح عطاشدہ آزادی اور اختیارات اور اپنی قدرتوں اور صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہوا گزرے گا۔ یہ علم الٰہی تھا تقدیر نہ تھی ۔تقدیر تو قوانین ہیں جن کو استعمال کرنا نہ کرنا آدمی کے اختیار میں ہے۔وہ چاہے استعمال کرے نہ چاہے نہ کرے مگر یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ جس قانون کو استعمال کرے اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو تقدیر میں اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔زہر کھائے نہ کھائے مختار ہے۔مگر زہر کھائے اور زہر اثر نہ کرے یہ اُس کے اختیار سے باہر ہے۔اللہ یہ جانتا ہے کہ کون زہر کھائے گا اور کون نہ کھائے گا۔اوراس کے کھانے اوراس کے نہ کھانے کی وجہ اور ضرورت کیا ہوگی؟ اور نتیجہ کیا ہوگا ؟ چونکہ اللہ کے علم ونظر میں یہ کائنات اور کائناتی مخلوقات پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھیں اور اُن کے تمام حالات بھی اُسے معلوم تھے۔

اِس لئے وہ علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ وہ علم تو اُن کے عمل کا علم ہے۔ یعنی جس طرح جو کچھ ہوگا اُس کا علم ہے۔ اوراُس علم کا جب سے وہ موجود ہے اُس وقت سے ہے۔ اُسے یوں سمجھئے کہ آپ ایک شخص کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور وہ تمہارے سفر کی تفصیل لکھتا ہوا چلتا ہے۔ کس وقت روانہ ہوئے؟ کس ذریعہ سے روانگی ہوئی، پیدل، ریل، جہاز وغیرہ، کہاں کہاں ٹھہرے؟ کس سے باتیں کیں کیا باتیں ہوئیں۔ کہاں کہاں کیا کھایا کیا پیا؟ منزل پر کس وقت پہنچے وہاں کیا کیا کیا؟ اُس سفر میں جو کچھ تم کر رہے ہو وہ شخص وہی کچھ لکھتا جا رہا تھا۔ نہ تمہیں مشورہ دیتا تھا نہ حکم دیتا تھا۔ تم سوتے تھے وہ نہ سوتا تھا اور تمہاری سانسیں، کھانسنا، کروٹیں لینا سب نوٹ کر رہا تھا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ تمہیں نظر بھی نہ آتا تھا۔ کہ تم اُس کی وجہ سے اپنے عملدرآمد میں جھجکو یا شرم محسوس کرو۔ تم نہانے کے لئے ننگے ہوئے وہ دیکھتا رہا۔ تم نے کوئی شرمناک جائز یا ناجائز کام کیا وہ دیکھتا رہا تمہیں معلوم ومحسوس تک نہ ہوا۔ تم نے جو کچھ کیا اپنی پوری آزادی واختیار اور ضرورت کے مطابق کیا۔ اور وہی کچھ ایک تحریری، چشم دید پروگرام کی صورت میں تیار ہوگیا۔ ایسا ہی پروگرام ہوگا جو فرشتے تیار کر رہے ہیں اور جو تمہیں جوابدہی کے وقت دیا جائے گا فرشتے تو مجبور ہیں کہ ساتھ ساتھ رہیں اور جو دیکھیں وہی کچھ لکھیں۔ وہ تمہارا ساتھی بھی مجبور تھا۔ مگر اللہ ہر جگہ ہے تمہارے ساتھ بھی ہے اور ہر چیز کے ساتھ بھی

ہے۔تمہاری حالت کوتمہارے ساتھی اور فرشتوں سے بھی زیادہ بہتر اور زیادہ تفصیل سے دیکھتا ہے لہٰذا وہ پروگرام اللہ کا علم ہے۔تمہارا اپنا عمل ہے تمہاری اول سے آخر تک سرگزشت ہے وہ سرگزشت بھی اُس میں ہے جو خود تمہیں معلوم نہیں تمہیں جو کچھ معلوم ہے اُس کی ابتدا تو تمہارے ہوش سنبھالنے سے شروع ہوتی ہے وہ ناقص معلومات ہیں۔اُن معلومات میں تمہارے معدہ وجگر اور قلب وذہن کی معلومات نہیں۔تمہارے سونے کے دوران کی معلومات نہیں۔اللہ کے علم میں کوئی نقص نہیں کوئی خامی نہیں ہے یہ تھا وہ فریب جسے مودودی نے عوام الناس کو دیا ہے کہ اُن کو تقدیر ومشیت اور علم خداوندی کو سمجھائے بغیر اُن کے دلوں میں یہ بٹھا دیا کہ تم مجبور ہو تم وہی کچھ کرتے اور کر سکتے ہو جو اللہ نے روزازل سے طے کرر کھا ہے۔

<u>مودودی کے قلم سے مذکورہ بالا عملی پروگرام کی تصدیق سنئیے حالانکہ مودودی کو حقیقت معلوم نہیں۔</u>

ہم اب پھر ایک ایسی آیت لکھتے ہیں جس میں اللہ نے جاندار اور بے جان صاحبانِ عقل اور بے عقل تمام مخلوقات کے اُس عمل درآمد کو سمیٹ کر بیان فرما دیا جو وہ تقدیر یا ہمہ گیر قانون خداوندی کے ماتحت انجام دے رہے ہیں۔ مودودی کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھیں گے تا کہ تقدیر کے معاملہ میں علامہ کی علمیت

کا دیوالہ اس خطبہ کی تشریحات میں ریکارڈ ہوجائے اور ہمارے قارئین کے سامنے حق و باطل واضح ہوکر رہ جائے۔ سنئیے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰاتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ O۔ (سورہ حج 22/18)

مودودی ترجمہ "کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سربسجود ہیں وہ سب جو آسمان میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں، سورج اور چانداور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں؟ اور جسے اللہ ذلیل وخوار کردے اُسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے۔"

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 212-211)

مودودی کی پہلی تشریح:

"31؎ یعنی فرشتے، اَجرام فلکی، اور وہ سب مخلوقات جو زمین کے ماوراء دوسرے جہانوں میں ہیں، خواہ وہ انسان کی طرح ذی عقل وذی اختیار ہوں، یا حیوانات، جمادات، نباتات اور ہوااور روشنی کی طرح بے عقل

و بے اختیار ہوں۔" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 211)

دوسری تشریح:

"32 یعنی وہ جو محض مجبوراً ہی نہیں بلکہ بالارادہ اور بطوع و رغبت بھی اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اِن کے مقابلہ میں دوسرا انسانی گروہ جس کا بعد کے فقرے میں ذکر آرہا ہے۔ وہ ہے جو اپنے ارادے سے خدا کے آگے جھکنے سے انکار کرتا ہے۔ مگر دوسری بے اختیار مخلوق کی طرح وہ بھی قانون فطرت کی گرفت سے آزاد نہیں ہے اور سب کے ساتھ مجبوراً سجدہ کرنے والوں میں شامل ہے اُس کے مستحقِ عذاب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں بغاوت کی روش اختیار کرتا ہے۔"

تیسری تشریح جس میں بال برابر ہٹنے اور جنبش نہ کرسکنے والے قانون کی بلا سمجھے بات کی گئی ہے۔

"33 زمین کے ایک ذرے سے لے کر آسمان کے بڑے بڑے سیاروں تک سب ایک قانون میں جکڑے ہوئے ہیں جس سے بال برابر بھی جنبش کرنے کا کسی کو یارا نہیں ہے مومن تو خیر دل سے اللہ کے آگے سر جھکاتا ہے۔ مگر وہ دہریہ جو اللہ کے وجود تک کا انکار کر رہا ہے اور وہ مشرک جو ایک ایک بے اختیار ہستی کے آگے جھک رہا ہے وہ بھی اللہ کی

اطاعت پر اُسی طرح مجبور ہے جس طرح ہوا اور پانی۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 212-211)

**چوتھی اور آخری تشریح جہاں مودودی کی ساری گوٹیں پٹ جاتی ہیں؟؟**

'' 34 یہاں ذلت اور عزت سے مراد حق کا انکار اور اُس کی پیروی ہے۔ کیوں کہ اس کا لازمی نتیجہ ذلت اور عزت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو شخص کھلے کھلے اور روشن حقائق کو آنکھیں کھول کر نہ دیکھے اور سمجھانے والے کی بات بھی سن کر نہ دے وہ خود ہی ذلت و خواری کو اپنے اوپر دعوت دیتا ہے اور اللہ وہی چیز اُس کے نصیب میں لکھ دیتا ہے جو اُس نے خود مانگی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 213-211)

**مودودی سے اِن تشریحات میں جو چیز سمجھنے اور سمجھانے سے رہ گئی ہے۔**

مودودی ان تمام مقامات پر صرف اپنی تقدیر کے باطل عقیدے کو سامنے رکھے رہے ہیں اس لئے اُن سے اُن کے بیانات وتشریحات میں کافی غلطیاں ہوئی ہیں ۔ چنانچہ ان چارعدد تشریحات میں آخری بات کو پہلے سامنے رکھیں ۔ یہاں چوتھی تشریح میں مودودی کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ نے روزازل سے تقدیر نہیں لکھی تھی بلکہ ہر بندے کی طلب اور دعوت پر جو وہ مانگتا ہے اُس کی تقدیر میں لکھتا رہتا ہے ۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جو ناسمجھی اور فریب

کے چکر میں مبتلا رہنے سے سرزد ہوئی ہے۔ درحقیقت یہاں وہ علم خداوندی ثابت ہورہا ہے جسے ہم نے تفصیل سے لکھا ہے یعنی جو کچھ کوئی اپنے اختیار وارادہ سے کرتا جاتا ہے یا طلب کرتا ہے وہی کچھ اُس کے لئے علم خداوندی میں داخل ہوتا جاتا ہے اور اُس آدمی کے پروگرام یا اعمال نامے کا جز بنتا جاتا ہے۔ یہ تقدیر کی یا نصیب میں طے شدہ بات نہیں بلکہ علم خداوندی کے اندر اُس شخص کے عمل درآمد کی بات ہے۔ تیسری اور دوسری تشریح میں جو بات مودودی سے رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ منکر خداوندی ہو یا مشرک ہو یا کوئی اللہ کا مخالف ہو اُسے اپنے انکار اور شرک اور مخالفت میں بھی خدا کے قوانین کی اطاعت کرنا پڑتی ہے یعنی وہ انکار بھی تو زبان سے بول کر ہی کرے گا۔ اُسے زمین پر رہ کر سب کچھ کرنا ہوگا۔ اُن ہی ہاتھوں پیروں دماغ کو کام میں لانا ہوگا جو اللہ نے بنائے اُن ہی آلات کو استعمال کرنا ہوگا اُن ہی وسائل وذرائع اور سامان کو کام میں لانا ہوگا جو اللہ نے فراہم کئے ہیں اور یہی مجبوراً قوانین خداوندی کی اطاعت اور اُس کے آگے سجدہ کرنا ہے۔ نہ وہ اپنی زمین بنا سکتا ہے کہ اس پر رہ کر مخالفت کرے نہ الگ الگ اعضا تیار کرسکتا ہے کہ حقیقی معنی میں مخالفت کرے نہ اپنا الگ سے سانس لے سکتا ہے جو کچھ بھی کرتا ہے اُس میں خود اللہ کا اور اللہ کے بنائے ہوئے سامان کا محتاج ہے۔ اس لئے بڑا ذلیل وبے شرم شخص ہے۔

## مشیّت کے بارے میں مزید معلومات:

قارئین آپ کو معلوم ہے کہ انسان جب تک کسی مفید اور شاندار نتیجہ کے لئے پُر یقین نہ ہو وہ عملی قدم نہیں اٹھاتا۔اسی طرح جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ فلاں کام کا نتیجہ تباہ کن ہوگا وہ بُرے کاموں سے باز نہیں آتا۔لہٰذا انسان کی فطرت کو مدنظر رکھ کر اللہ نے انسان کے لئے لامحدود ترقی کا منصوبہ قسط وار انبیاؑ کی معرفت انسانوں کے پاس بھیجنا شروع کیا۔اُدھر ابلیس نے چیلنج کر دیا کہ وہ انسانوں اور انبیاؑ کے درمیان اختلاف پیدا کر کے اللہ کے منصوبے پر عمل نہ کرنے دے گا۔اور یوں نوع انسان کی جڑیں اکھاڑنے کا منصوبہ پیش کرے گا جو اللہ کے منصوبے سے زیادہ حَسین اور وقتی طور پر زیادہ مفید اور سہل تر ہوگا۔شیطان کے اس چیلنج کی بنا پر اللہ نے انسانوں کو ان تمام افعال اور تصورات سے بچنے کی ہدایات بھی اپنے منصوبے میں رکھیں جو شیطان کے منصوبے میں مددگار ہو سکتے تھے یعنی اللہ نے اپنے اسلامی منصوبے میں دو طرح کے احکام دیئے۔ایک وہ جو ترقی کرنے کے لئے لازم ہیں دوسرے وہ جو ترقی کی راہ میں رکاوٹوں سے بچنے کے لئے ضروری ہیں اور بتایا کہ اللہ کی طرف سے دونوں قسم کے اعمال کا نتیجہ برآمد ہونا ضروری ہے۔مفید کام کرو گے تو اچھی جزا ملے گی ۔مضر کام کرو گے تو بُری جزا لازم ہوگی اور چونکہ انسان ہر نتیجہ کو اپنی آنکھوں اور حواس خمسہ سے

دیکھنا اور محسوس کرنا چاہتا ہے اس لئے اللہ نے ہر اچھے یعنی مفید اور ہر بُرے یعنی مُضر کام کے دوہرے دوہرے نتائج دکھانے کا اعلان جاری رکھا۔ یعنی ہر بُرے اور اچھے عمل کا ایک بُرا اور ایک اچھا نتیجہ اسی دنیا میں سامنے آئے اور اسی اچھے یا بُرے کام کا ایک اچھا یا بُرا نتیجہ قیامت کے بعد کی زندگی میں حاصل ہو۔ ہمارے اس بیان کو سمجھنے میں کسی معمولی سے معمولی عقل کے آدمی کو حتیٰ کہ ہمارے بچوں کو بھی کوئی دقّت نہ ہوگی۔ ساتھ ہی وہ اللہ کے اس انتظام کو پسند بھی کریں گے اور اسے عین حق و انصاف کا تقاضا سمجھیں گے۔ اور اس انتظام کے خلاف کوئی دوسرا پروگرام سنیں گے تو اُسے ناپسند اور انصاف کے خلاف سمجھیں گے۔ مگر وہ یہ سوال ضرور کریں گے کہ ان کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اعمال یا جدّ وجہد اور کوششوں کا نتیجہ برآمد ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا بلکہ اعمال و کوشش رائیگاں اور ناکام نظر آتی ہے۔ اس سوال کا جواب مولویانہ مگر صحیح یہ ہے کہ ''اللہ کی مشیّت نے نہ چاہا'' اس جواب پر کئی ایک اور سوال اٹھ کھڑے ہوں گے کہ مثلاً، مشیّت کیا ہے؟ مشیّت نے کیوں نہ چاہا؟ ہم نہایت سادہ الفاظ و انداز میں یوں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے سابقہ بیان میں دو طرح کے آدمی ہوں گے۔ ایک وہ جو غلط، ممنوع یا بُرا کام کرنا چاہتا ہے اور دوسرا وہ جس کے ساتھ پہلا آدمی مذکورہ بُرا فعل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے اور قتل کرنے کا تمام سامان

فراہم کرتا ہے اور پھر اس سامان کو قتل کی نیّت سے اس شخص پر استعمال کرتا ہے۔ اب دو میں سے ایک صورت ضرور پیش آئے گی۔اوّل یہ کہ وہ شخص کامیاب ہو جائے یعنی اس نے دوسرے کو قتل کر دیا۔یا یہ کہ ناکام ہو جائے یعنی دوسرے آدمی کو قتل نہ کر سکے۔جس طرح کامیابی کے لئے چند اسباب وقوانین ہیں اسی طرح ناکامی کے لئے بھی چند اسباب وقوانین ہیں مثلاً وہ اس لئے ناکام ہوا کہ:

1۔ریوالور چلانا نہ آتا تھا۔

2۔گولی ٹھیک جگہ نہیں لگی۔

3۔گولی ہی خراب تھی۔

4۔دوسرے شخص کو اطلاع ہو گئی اور وہ تنہا نہ ملا۔

5۔غلط مقام پر تلاش کیا گیا جہاں وہ موجود ہی نہ تھا۔

6۔راستہ ہی میں پکڑا گیا۔

7۔ٹھوکر کھا کر گرا اور خود ہی مر گیا۔

8۔راستے میں معلوم ہوا کہ زوجہ نے ریوالور سے گولیاں نکال لیں۔

9۔عین وقت پر ڈر گیا۔

10۔دوسرا شخص سمجھ گیا اور بھاگ گیا۔

11۔عین وقت پر چھینک آ گئی اور گولی ہوا میں نکل گئی۔وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم کے سینکڑوں اسباب سے جان چھڑانے کے لئے ہم کہہ دیتے ہیں کہ ''اللہ کی مشیّت قتل نہ تھا'' یا یہ کہ اسباب و شرائط و قوانین پایۂ تکمیل تک نہ پہنچے جو اس آدمی کے ان حالات و واقعات میں قتل کے لئے لازم تھے۔ یہ ہے مشیّت اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خطا یا حصہ نہیں ہوتا۔

قانون ہے کہ چاقو سے ہر وہ چیز کٹ جائے گی جو چاقو سے نرم یا کٹنے کے قابل ہو۔ پتھر چاقو کو توڑ دے گا۔ مشیّت کے تقاضے اور قوانین جب تک مکمل نہ ہو جائیں کوئی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ مگر اللہ کسی معاملہ میں خواہ مخواہ دخل نہیں دیتا۔ مثلاً اس شخص کو پستول نہ مل سکے۔ گھر سے تلوار غائب ہو جائے، چاقو یا چھری ہاتھ نہ آئے اور خود پر فالج گر جائے اور چارپائی پر لیٹ جائے تو اُس کی پوری بے رحمی، جرأت اور دل میں پوشیدہ خباثت منظر عام پر نہ آئے گی۔ اُسے قاتل کہنا غلط ہو گا اس پر بے رحمی کا جرم عائد نہ ہو سکے گا۔ یعنی اگر اسباب و وسائل فراہم نہ کئے جائیں تو کوئی شخص مجرم ہو گا نہ گناہگار کہلا سکے گا۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مجرم بھی ہے گناہگار بھی ہے۔ اس میں جمع شدہ خباثتوں کو منظر عام پر آنے سے روکنے کا جرم اللہ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اس لئے اللہ نے تمام متعلقہ سامان و اسباب و قوانین و قدرت و قوت و عقل و ارادہ و اختیارات فراہم کر دیئے ہیں۔ وہ نہ کسی سے گناہ کراتا ہے نہ کسی کو گناہ سے جبراً روکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا

کہ انسان کی پوری پوری بضاعت کو رُو بکار لانے کے لئے ضروری ہے کہ قاتل سے مقتول کو جبراً نہ بچایا جائے۔ اللہ کی مشیّت یعنی قانون اُسے قتل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اس کا تڑپنا، اس کے بیوی بچوں کا رنج وغم ومحرومی دیکھتا ہے۔ اُدھر اس کے مظالم کا اور اِدھر اس کے صبر واستقامت کا ریکارڈ تیار کرتا ہے۔ اور دونوں کو اس وقت تک روک کر جزا و سزا نہیں دیتا ہے جب تک دونوں کی پوری اچھی اور بُری بضاعت منظر عام پر نہ آجائے۔ اس لئے ہمیں جزا یا سزا کا اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک مشیّت خداوندی کی شرطیں یا قوانین مکمل نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ اللہ کوئی کام کسی بھی وجہ سے غلط وقت پر نہیں کر سکتا۔

یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ایک قاتل کو شارع عام پر پھانسی پاتے ہوئے یا بے رحمی سے قتل ہوتے ہوئے دیکھنے والے کافی عرصہ تک متاثر رہ کر قتل کے جرم سے خائف رہتے ہیں۔ یعنی قتل تو کرنا چاہتے ہیں مگر جو خوف سر پر سوار ہے اس کی وجہ سے کافی دنوں تک نیک لوگوں میں شمار ہوئے رہتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اسی طرح عام طور پر بزدل اور ڈرپوک لوگ نیکوں اور صلح پسند لوگوں میں ملے جُلے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ نظروں نظروں میں اور دل کے اندر نہ معلوم کتنے لوگوں کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ چھپائے رہتے ہیں اور اگر موقع ملے اور اسباب بروقت فراہم ہو جائیں تو قتل وغارت میں ذرہ برابر کمی نہ کریں۔ یعنی وہ خواہ مخواہ

نیک بنے رہتے ہیں اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی خواہ مخواہ جھوٹ موٹ کا نیکو کار بنا رہے اور کوئی موقع ایسا نہ آئے کہ اس کی بضاعت اور دل میں پوشیدہ ارادے برسر کار نہ آئیں۔ لہٰذا اِدھر مشیّت اور اُدھر شیطان صحیح آزمائش کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ تاکہ جو ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار ہو وہ سچ مچ ہدایت یافتہ ہو اور جو گمراہیوں میں داخل ہو اس کا بھی کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ مطلب واضح ہے کہ ممکن ہے کہ ہمیں دی جانے والی جزا کسی اور کی آزمائش پر بُرا اثر ڈالے۔ لہٰذا ہمیں مشیّت خداوندی کو پروان چڑھانے میں حصہ لینا چاہیے اور اعلان کر دینا چاہیے کہ:

''اے اللہ! میں خود کو تیری مشیّت اور رضا اور قضا (اللہ کے فیصلے) کے سپرد کرتا ہوں اور تیرے علم میں جو جزا یا سزا کا مناسب ترین وقت ہو اس پر راضی ہوں مگر یقین کامل رکھتا ہوں کہ مجھے تیرے وعدوں کے ماتحت دنیا میں بھی جزا ملے گی اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ملے گی۔''

اس عقیدے کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے جب ان تمام نیکیوں کو اور ان تمام برائیوں کو منظر عام پر لا کر اُس ماحول کے ان تمام انسانوں کو دکھایا جائے جو خواہ مخواہ کسی کو نیکو کار اور بدکار سمجھتے رہے اور جن نیکیوں یا برائیوں کے نتائج مشیّت کی روانی میں بہہ گئے اور متعلقین جزا یا سزا سے رہ گئے ان کو جزا یا سزا

دی جائے یہی کچھ فرمایا ہے اللہ نے آیات (41/19-24) میں جہاں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہ جائے گی اور تمام جرائم آنکھوں، کانوں اور قوتِ محسوسہ کے دائرے میں مشہود ہو کر رہیں گے اور اسی مشیّت کا تذکرہ ہوا ہے آیت (41/15) میں اور ہر مجرم کو اس کے جرم اور بُرے اعمال سے بدترین اعمال و جرائم برداشت کرنے کی سزا دی جائے گی۔ یہ فیصلہ آیت (41/27) میں کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! اصطلاحِ مشیّت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سارے سوالات کا جواب مل گیا ہوگا۔ یہ سمجھنے میں بھی مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی پاک آل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اللہ کی بزرگ ترین مخلوق، اللہ کے عطا فرمائے ہوئے تمام تر اختیارات رکھتے ہوئے بھی بدترین مظالم کیونکر برداشت کرتے رہے اور اپنے نفوس پر انتہائی ظلم کرتے رہے۔ وہ صرف مشیّت کو پروان چڑھانے اور اللہ کو عدل ہی عدل ثابت کرنے میں مصروف رہے۔ دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ نے مشیّت کو اللہ کی رضا کہہ کر اپنی حکومت اور اقتدار کے لئے ہمہ قسمی ظلم و ستم و بربریت، قتل و غارت روا رکھی۔ یزید ملعون نے بھی خود کو حق بجانب اور بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اسیرانِ کربلا کے سامنے ''یشاء'' کا سہارا لیا تھا اور درج ذیل نامکمل آیت پڑھی تھی۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (3/26)

''آپؐ بتایئے کہ اے اللہ! تو ہی بادشاہت کا مالک ہے جسے مشیّت کا تقاضا ہوتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور مشیّت ہی کی بنا پر جس سے چاہتا ہے حکومت الگ کر لیتا ہے جس کو مشیّت چاہتی ہے عزت دیتا ہے اور مشیّت ہی کی وجہ سے جس کو چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے اور تیرے ہاتھوں میں تو خیر ہی خیر ہے، یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

یزید ملعون نے جملہ ''بِیَدِکَ الۡخَیۡر'' کو چھوڑ کر یہ بتانا چاہا تھا کہ میں منجانب اللہ حکمران و بادشاہ ہوں۔ اللہ نے مجھے بادشاہ بنا کر عزت دی ہے اور تمہیں حکومت سے محروم رکھ کر ذلیل و رسوا کیا ہے اور میرے ہاتھوں تمہارے خاندان کو قتل کرایا اور تمہیں قیدیوں کی صورت میں میرے سامنے پیش کیا۔ جس پر حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا نے خطبہ دیا اور قرآن کی آیات اور ''بِیَدِکَ الۡخَیۡر'' سے بھرے دربار میں یزید کو اس قدر ذلیل کیا کہ اس کے پاس حکم قتل کے علاوہ کوئی دلیل نہ رہ گئی تھی۔

ایسے ہی عقائد ہیں جن کی وجہ سے اللہ کے عادل ہونے کا کھل کر انکار کیا

جا رہا ہے اور ہر کام جو انسان کرتا ہے اسے اللہ کا کام کہتے ہیں۔ یعنی زنا، قتل، چوری، ڈاکہ وغیرہ وغیرہ، اللہ ہی کے حکم سے کیے جاتے ہیں اور بندہ مجبور ہے۔ ہم ایسے عقائد پر لعنت بھیجتے ہیں اور ہر شخص کو اس کے تمام اچھے و بُرے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ یشاء یا مشیّت اللہ کا عام قانون ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے وہ مشیّت یعنی قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔

## مشیّت اور تقدیر کا تعلق:

دانشورانِ قریش نے بڑی محنت اور تدبیروں سے اس قدیم مگر کافرانہ عقیدے کو پھیلایا ہے یہ کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے لہٰذا انسان جو کچھ کرتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ لہٰذا انسان مجبور ہے وہ جو کچھ بھی کرتا ہے خدا کے کرانے سے کرتا ہے۔ اس کی اپنی اُس کام میں خطا نہیں ہوتی۔ یعنی قتل و غارت وغیرہ جو کچھ بھی انسان کرتا ہے اللہ ہی کراتا ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ کربلا میں امام حسینؑ اور اُنؑ کے ساتھ خاندانِ رسولؐ کا قتل عام معاذ اللہ، اللہ نے کرایا تھا اور یزید و ابن زیادہ وعمر سعد و شمر وغیرہ کا اس قتل و غارت میں کوئی قصور نہ تھا۔ یہ تھا وہ عقیدہ جس کے بھروسے پر کعبہ جلایا گیا اور مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا اور دنیا بھر میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا ہنگامہ جاری رکھا گیا تھا۔ یہ عقیدہ ان کے بزرگوں نے دیا تھا۔ اللہ نے اس عقیدہ

کوقرآن میں ریکارڈ کر دیا۔ ’’وہ لوگ جو نبیؐ کی حکومت میں شرکت کے قائل ہیں عنقریب یہ کہیں گے کہ ’’اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرکت کے قائل ہوتے اور نہ ہمارے باپ دادا نظام شرکت پر چلتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے‘‘ اسی عقیدے سے ان کے قبل والے لوگ اسلامی قوانین کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہمارے عذاب سے دوچار ہوئے۔ ان سے کہو کہ کیا تمہارے پاس اس عقیدے پر کوئی علمی سند ہے جو ہمیں دکھا سکو۔ تم محض قیاس وظن وگمان اور اجتہادی تنگ بندیوں پر کاربند ہو‘‘ (سورہ الانعام، آیت 148)۔ اس طرح رسولؐ کی قوم (25/30) نے چاہا کہ اُدھر تو اللہ ایک ظالم و جابر ہستی ثابت ہو جائے۔ اِدھر جنت وجہنم، عذاب وثواب وحساب وقیامت اور انبیاؑ کی تبلیغ سب کو فضول وعبث ثابت کر دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے وہ اللہ کے قوانین کے ماتحت ہوتا ہے۔ اللہ کے کائناتی اور ہمہ گیر قانون کا نام ’’قانونِ مشیّت‘‘ ہے۔ قانونِ مشیّت سے بلند و بالا اللہ کے اور بھی قوانین ہیں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے وہ سب قانونِ مشیّت کے ذریعہ اور استعمال سے ہوتا ہے۔ مشیّت کے برسر کار آنے پر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اللہ نے مقرر کر رکھا ہے اور اسی کو تقدیر کہا جاتا ہے اور قانون کا جتنا اور جب اور جیسا استعمال کیا جائے نتائج اُسی تناسب سے برآمد ہوں گے۔ خواہ

کافر استعمال کرے یا مومن۔اچھے نتائج کے لئے کرے یا بُرے کے لئے کرے۔قانون اور کائنات اُسے نہ روکیں گے اور نتیجہ یا تقدیر برآمد کرنے میں اللہ و کائنات اور قانون کنجوسی نہ برتیں گے۔جتنے قوانین معلوم تھے ان کو صحیح ، بروقت اور پوری طرح استعمال کرنے سے اللہ کی مقرر کردہ تقدیر یا نتائج برآمد ہونا لازم ہوگا۔زہر دینے سے موت واقع ہوگی۔اگر صحت و عادت کا صحیح استعمال کیا ہے۔اگر خوراک کا ٹھیک حساب لگایا گیا ہے۔اگر پیٹ میں پہلے سے کچھ موجود نہیں ہے۔اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا قانون کے استعمال میں ذراسی غلطی نتیجہ میں ذراسی کمی کو لازم قرار دے گی۔قانونِ مشیّت کسی توفیق و اذن کا محتاج نہیں ہے توفیق و اذن چیزوں کی تخلیق میں وابستہ کر دئے گئے تھے۔قوانین کا علم اور استعمال جاننا ضروری ہے۔

**وہ بزرگ ترین ہستیاں جو مشیّت خداوندی اور رضائے الٰہی کے خلاف کبھی کچھ چاہتی ہی نہیں تھیں جو مشیّت اللہ تھیں۔**

بار بار اور طرح طرح قرآن سے محمدؐ اور آئمہ اہلؐ بیت علیہم السلام کے مقامات بلند واضح کئے جاتے رہے ہیں۔جن کا مخزن علوم خداوندی ہونا ثابت کیا جا چکا ہے۔جن کی اطاعت خدا کی اطاعت،جن کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہو جن کا قول خود قرآن بن جائے (69/40 اور 81/19) جن کے لئے قرآن یہ

فرمائے کہ ان کی ہر بات اور منہ سے نکلنے والا ہر قول وحی خداوندی ہوتا ہے ان کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

**وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ** (سورہ تکویر 81/29)

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ ''ونمی خواہیدہ مگر وقتیکہ بخواہد خدا پروردگار عالمھا''

شاہ عبدالقادر ''اور تم جب ہی چاہو گے کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب''

شاہ رفیع الدین ''اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار عالموں کا''

اشرف علی تھانوی ''اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے''

شاہ محمد احمد رضا ''اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جہان کا رب''

قارئین ان پانچوں تراجم کو دیکھیں ان میں اوّلین تین ترجمے ہماری اور علامہ مودودی کی پیدائش سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ وہ علما ہیں جو اہل سنت میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور اردو و فارسی زبانوں میں ان سے پہلے کوئی ترجمہ نہیں ہوا تھا۔یعنی یہ اوّلین وقدیم مترجم ہیں۔شیعہ مترجمین نہ صرف یہ کہ ان کے بعد کے مترجم ہیں بلکہ انہوں نے ان تراجم سے فائدہ اٹھایا اور ترجمہ میں ان ہی کی پیروی بھی کی ہے۔اِلّا یہ کہ کہیں کہیں حاشیوں میں اپنے اختلاف کا اظہار کیا ہے۔اب آپ ہمارا ترجمہ دیکھیں جو قرآن کے الفاظ اور محمدؐ وآل محمدؐ کے مقامِ بلند کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے۔

ہمارا ترجمہ مضارع کے اصول پر: ''اور تم تو نہ کبھی چاہتے ہو اور نہ کبھی چاہو گے جب تک کہ سارے جہانوں کا پروردگار نہ چاہے'' (تکویر 81/29) (یعنی اللہ نے محمدؐ اور انؑ کے جانشینوںؑ کو اپنی مشیت سے سو فیصد مربوط کر دیا ہے کہ اُدھر اللہ ارادہ کرے تو ساتھ ساتھ وہ حضرات ارادہ کریں یا اِدھر یہ حضراتؑ چاہیں تو فوراً اللہ بھی وہی چاہے) ان تمام ترجموں کے مفہوم و مقصد کو سامنے رکھیں اور علامہ مودودی کی وہ کوشش دیکھیں اور جس کو پروان چڑھانے کے لئے وہ قرآن کو اپنے مقصد پر قربان کرتے ہیں۔ اور اپنے پانچ بزرگوں کے تراجم کے خلاف نیا اور غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ سنیئے:

علامہ مودودی اپنے باطل مقاصد کیلیئے قرآن کا ترجمہ بدل کر فریب دیتے ہیں۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (تکویر 81/29)

''اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ رب العالمین نہ چاہے''

وَمَاتَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (دھر 76/30)

''اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے''

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 203 اور صفحہ 270)

ناطقہ سر بہ گریبان ہے اسے کیا کہیے؟

ہم سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ علامہ نے اپنا دین و دانش حمایتِ باطل

پر قربان کر دیا ہے۔علامہ کے اس ترجمہ کی عبارت کو کسی عربی دان کے سامنے لے جائیں اور اسے یہ نہ بتائیں کہ یہ قرآن کی فلاں فلاں آیت کا مودودی ترجمہ ہے اور اس سے کہیں کہ ذرا اس اردو کی عربی بنا کر آپ کو دے دے۔یقین کیجئے کہ ساری دنیا کے عربی دان آپ کو جو عربی بنا کر دیں گے وہ ہرگز یہ عبارت نہیں ہو سکتی جو اِن آیات (81/29،76/30) میں ہے اور اسی سے علامہ کی فریب سازی کی پول کھل جائے گی۔بہرحال کسی عالم نے آج تک ایسا غلط ترجمہ نہیں کیا ہے۔اسی لئے ہم نے علامہ کو اپنا مستقل ہدف بنایا ہے۔

## انشاءاللہ، ماشاءاللہ اور مشیّت:

آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ معاشرے میں انشاءاللہ عموماً اسی وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کی نیت میں خلل ہو، تاکہ اپنی کوتاہیوں کا ذمہ دار اللہ کی ذات کو ٹھہرایا جاسکے جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ کوئی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوتا جب تک مشیّت کے تقاضے اور قوانین مکمل نہ ہو جائیں۔ہم انشاءاللہ ان ہی تقاضوں اور قوانین پر ایمان و یقین و اعتماد و بھروسے پر کہہ رہے ہوتے ہیں۔لیکن انہیں استعمال کرنا انسانی اختیار و ارادہ پر منحصر ہے۔جو انہیں صحیح و بروقت یا غلط جگہ استعمال کرے گا یا کوتاہی اختیار کرے گا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔اسی طرح جب ہم ماشاءاللہ کہتے ہیں یا اللہ عزوجل ماشاءاللہ کہتا ہے وہاں بھی ہمہ گیر قوانینِ مشیّت

کی بات ہورہی ہوتی ہے۔ اللہ کی اپنی پسند یا ناپسند اور رضامندی یا ناراضگی کی بات نہیں ہوتی۔ وہ ہمہ گیر بے روک قانون کی بات ہے جو ہر حال میں ہونا ہی چاہیے۔ مثلاً تلوار کو کاٹنا ہی چاہیئے یہ تلوار کی صفت ہے۔ زہر کو مار ڈالنا چاہیئے۔ یہ زہر کی صفت ہے۔ آگ کو جلانا چاہیئے کیونکہ جلانا آگ کی صفت ہے۔ ہر چیز کی صفت کو ظہور میں آنا ہی چاہیئے اس لئے کہ وہ صفات اور خصلتیں اللہ نے عطا کیں ہیں۔ قوانین اسی لئے بنائے گئے ہیں کہ اپنا کام کریں۔ اب اگر تلوار کو، زہر کو، آگ کو وہاں استعمال کیا جائے جہاں اللہ نے حکم دیا ہے تو اللہ استعمال سے اور استعمال کرنے والے سے راضی اور خوش ہوگا۔ اور اگر وہاں استعمال کیا جائے جہاں استعمال سے اللہ نے منع کیا ہے تو اللہ ناراض اور ناخوش ہوگا۔ مگر تلوار اور زہر اور آگ اپنا کام ہر حال میں کریں گے اس لئے کہ اللہ کا قانون مشیّت یہی ہے کہ وہ اپنا کام کریں۔ لہٰذا جس کو قتل کیا وہ مشیّت کے ماتحت قتل ہوا، تلوار کا کام یہی تھا۔ اُسے قتل ہونا ہی چاہیئے تھا اس لئے کہ اللہ کی مشیّت یہی ہے کہ تلوار گردن کو کاٹ دے، آگ جلا کر رکھ دے۔ لڈّو مارنے سے کوئی قتل نہ ہوگا۔ پانی چھڑکنے سے کچھ نہ جلے گا۔ لہٰذا قوانینِ مشیّت اور وسائلِ حیات استعمال کرنے میں انسان آزاد و مختار ہیں۔ وہ چاہیں تو غلط اور ممنوع مقام پر استعمال کرلیں یا صحیح اور جائز مقام پر استعمال کرلیں۔ غلط اور صحیح استعمال سے اللہ کی پسند اور ناپسند اور

رضا و ناراضی کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ انسانوں پر جبر نہیں کرتا۔ اُن سے آزادی نہیں چھینتا۔ قوانینِ مشیّت کو غلط استعمال کرنے والوں کو سزا دیگا اور صحیح استعمال کرنے والوں کو جزا دے گا۔ قوانینِ مشیّت سب کیلیئے یکساں ہیں وہ استعمال ہونے کے لئے ہیں۔ جو جہاں چاہے استعمال کرے وہ استعمال ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ غلط استعمال کے وقت تلوار کاٹنے کا کام نہ کرے اور ظلم کے وقت اعضا اپنا کام بند کردیں۔ قوانین نہ عقل رکھتے ہیں نہ اچھے اور بُرے کی تمیز کرتے ہیں۔ تمیز کرنا، عقل و ہوش سے کام لینا، ارادے اور اختیار سے کام لینا، قوت و قدرت کو استعمال کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی لئے انہیں اَوامر و نواہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے، اچھائی اور بُرائی، جائز و ناجائز بتایا گیا ہے۔ عذاب و ثواب پر مطلع کیا گیا ہے۔ اُسے اپنے تمام کاموں کا ذمہ دار اور جوابدہ قرار دیا گیا ہے۔

**اِذن: (اجازت، حکم، عطا کردہ قدرت و اختیار)**

سورۃ المائدہ آیت 110 میں ''بِاِذْنِی'' چار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

''۔۔۔ وہ زمانہ بھی یاد ہے جب تم پرندہ کی اَن گھڑ صورت طین سے بنا کر پھر میرے عطا کردہ اختیار سے اس پر پھونک مار دیتے تھے تو وہ نہایت حسین پرندہ بن کر پرواز کر جاتا تھا اور میرے اختیار سے ضرورت پڑنے پر مادر زاد اندھوں کو

بصیرت و بصارت عطا کر دیتا تھا ور میرے ہی اختیار وقدرت سے تم کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے اور قبروں میں دفن شدہ مردوں کو زندہ ہو کر باہر نکلنے کا حکم دیتے تھے اور وہ زندہ ہوکر باہر نکل آتے تھے۔۔۔۔‘‘

اُمت کی کثرت نے اور اس اُمت کے علمائے صالحین نے آنحضرتؐ کو تمام انبیاؑ کا سردار مانا ہے۔ سب کو آپؐ کی امت کے افراد کہا ہے اور یہ مانا ہے کہ اس امت کے علما صلوٰۃ اللہ علیہم تمام انبیاؑئے بنی اسرائیل سے افضل و اعلیٰ تھے۔ محمدؐ و علیؑ کو وہ اذن مانا ہے جس کی طاقت سے انبیاؑ مردے زندہ کرتے تھے۔ انہیں ارادۃ اللہ، مشیۃ اللہ، عین اللہ، اِذن اللہ، وجہ اللہ اور یداللہ تسلیم کیا ہے۔ تمام انبیاؑ ان دونوں کی عطا کردہ قوت و اختیار استعمال کرتے تھے۔ اللہ نے یہ قدرت و اختیارات انہی ہستیوںؐ کے وسیلہ اور برکتوں سے انبیائے کرام کی فطری اور تخلیقی حیثیت سے عطا فرما دیا ہے آیت 38/36 اس پر فیصلہ کُن دلیل ہے’’ اس درخواست کے بعد ہم نے ہواؤں کو اس کے حضور میں مسخر اور مطیع بنا دیا تھا۔ جو اُس کے حکم پر جدھر وہ چاہتا تھا چلتی تھیں اور اس کی مرضی کی رفتار سے جاری رہتی تھیں جہاں بھی وہ چاہتا اسے لے جاتی تھیں‘‘۔

علامہ اینڈ کمپنی کے خودساختہ مذہب میں اس عقیدہ کے لئے قرآن کی ان آیات پر بڑا زور دیا جایا کرتا ہے۔ جہاں قرآن انبیا علیہم السلام سے مافوق

الفطرت کام کا ظہور ہونا دکھاتا ہے۔ خصوصاً جہاں لفظ بِـاِذنِ اللّٰه یا بِـاِذنِهٖ آجاتا ہے تاکہ وہ یہ دکھائیں اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کریں کہ نبیوںؑ کو بذاتہٖ کوئی قدرت و اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ جب چاہتا ہے تو ان کے ہاتھ سے کوئی مافوق الفطرت کام کرا دیتا ہے یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے فطری و تخلیقی حیثیت سے نبیوںؑ کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ جب ضرورت پڑتی ہے تو اللہ نئے سرے سے ہر دفعہ اِذن دیتا رہتا ہے۔ یہ آیت ان ملاعین کا دندان شکن جواب ہے جس میں خود اللہ نے بتایا ہے کہ ہر وقت اِذن اِذن پکارنا اللہ کا کام نہیں ہے بلکہ ہواؤں کو ایک دفعہ حکم دے دیا بس اس کے بعد وہ حضرت سلیمانؑ کی مطیع تھیں ان کے حکم پر ان کی ضرورت کے مطابق چلا کرتی تھیں۔

## قضا (فیصلہ)، قضائے الٰہی (خدا کے فیصلے):

قضا اور قدر، حضرت علیؑ کی وضاحت:

''امیر المومنینؑ ایک دیوار جو دوسری دیوار کی طرف جھک رہی تھی سے واپس پلٹ گئے تو آپؑ سے عرض کیا گیا کہ یا امیرؑ المومنین کیا آپ قضاءِ الٰہی سے فرار کر رہے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ میں قضاء الٰہی سے قدر الٰہی کی طرف تیزی سے جا رہا ہوں'' (التوحید حدیث نمبر 8 صفحہ 302 مؤلف شیخ الصدوق)

یعنی دیوار کا گرنا اللہ کے فیصلوں میں سے ہے اور میں اللہ کی عطا کردہ قدرتوں

سے خود کو بچا رہا ہوں۔

حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام نے قضا کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا ''کوئی چیز نہیں ہوتی جب تک کہ خدا کی مشیت نہ ہو، ارادہ نہ کرے اور مقدر تجویز نہ کردے اور فیصلہ نہ کردے۔ میں (ابراہیم ہاشمی) نے کہا کہ شاء کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ کسی فعل (یا چیز) کی ابتدا کرنا۔ میں نے پوچھا کہ قدر کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ کسی چیز کے متعلقات و موثرات کو تجویز کردینا۔ میں نے دریافت کیا کہ قضٰی کا کیا مطلب ہوا؟ فرمایا کہ جب فیصلہ کردیا تو مذکورہ تمام چیزیں وقوع میں آکر ماضی بن گئیں۔ وہ صورت حال اب قابل واپسی نہیں رہتی'' (اصول کافی کتاب التوحید باب المشیئۃ والارادہ)

اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جن وانس کی آخرت کے حتمی فیصلے (جنت یا جہنم) پہلے ہی لکھ دیئے گئے ہیں تو ہدایت کے لئے انبیاء کرام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، گناہ وثواب وغیرہ سب کی ضرورت کیا تھی؟ انسان خدائی فیصلے کے سامنے مجبورِ محض ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کسی نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ جب ہماری قسمت پہلے ہی لکھ دی گئی ہے تو دُعا کا کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا کہ ''ہو سکتا ہے کہ قسمت میں یہی لکھا ہو کہ دعا مانگنے پر ملے گا''

اسی طرح صدقہ دینے کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے

فرمایا ''اپنے بیماروں کا علاج کرو صدقہ کے ساتھ، تمہیں کیا مانع ہے کہ تم اپنا یومیہ خرچہ صدقہ دے دو (فرمایا! بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ) ملک الموت کو ایک بندہ کی روح قبض کرنے کا تحریر نامہ دے دیا جاتا ہے اور اس اثنا میں بندہ صدقہ دے دیتا ہے تو ملک الموت سے وہ تحریر واپس لے لی جاتی ہے''

(ثواب الاعمال صفحہ 222، باب 3 حدیث 2)

حضرت امام حسینؑ کا راہب کو بیٹے عطا کرنا ثابت کرتا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ لوح بھی خود ہیں اور قلم بھی۔ لوح محفوظ میں اگرچہ نہ بھی لکھا ہو یہ ہستیاںؑ نئے سرے سے تحریر کرنے کا استحقاق و اختیار رکھتی ہیں۔

قضاء کو مزید واضح کرنے کے لئے حضرت علیؑ کا خطبہ نوٹ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ ایک شام کے باشندے نے آپؑ سے سوال کیا تھا کہ ''کیا ہمارا شام کو جانا اور معاویہ سے جنگ کرنا اللہ کے صادر کردہ تقدیری فیصلہ کے ماتحت تھا؟ آپؑ نے فرمایا ''تم پر حیرت ہے کہ شاید تم نے اس واقعہ کو اللہ کی لازمی اور حتمی قدر کے ماتحت صادر ہونے والا واقعہ سمجھا ہے؟ اگر وہ واقعہ اسی طرح ہوا ہوتا جیسا کہ تو نے گمان کیا ہے تو عذاب و ثواب کا دیا جانا باطل ہو کر رہ جاتا اور اللہ کے عمدہ وعدے اور عذاب کی دھمکیاں بھی ساقط و بیکار ہو جاتیں۔ یقیناً اللہ پاک نے اپنے بندوں کو ان کے اختیار کے ماتحت احکام دیئے ہیں اور

خلاف ورزی کی صورت سے ڈراتے ہوئے منع کیا ہے اور بہت آسان ذمہ داریاں دی ہیں اور کسی بھی مشکل ذمہ داری کو عائد نہیں کیا اور تھوڑے سے عمل پر بہت سا اجر دے دیتا ہے۔اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہو جاتی کہ اس وقت وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لئے ہوتی ہے کہ اس نے قضا اور قدر سے مجبور کر رکھا ہے اور نہ اس نے نبیوںؑ کو بطور تفریح بھیجا تھا۔اور نہ اس نے اپنے بندوں کے لئے خواہ مخواہ کتابیں نازل کی تھیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو بلا مقصد پیدا کیا ہے وہ تو حقائق کو چھپانے والوں کا تخمینہ ہے چنانچہ جہنم کے سلسلے میں ان پر ملامت ہوتی رہے گی''

(سورہ ص 38/27)

اسی طرح نہج البلاغہ خطبہ نمبر 130 میں فرمایا کہ:

''اور اللہ نے روز اوّل ہی سے تمام مخلوقات کی ہر ضرورت فراہم کرنا مقدر کر دیا تھا اور فراہمی میں کمی وزیادتی بھی مقدر کر دی تھی۔اور سامانِ حیات کی تقسیم کو تنگی اور فراخی کی شکلوں میں رکھا۔اور اس تقسیم کو بھی عدل وتناسب کا پابند رکھا تاکہ ان لوگوں کو الگ الگ مواقع دیئے جائیں جو اس فراہمی میں آسانیاں اور سہولتوں کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو اس میں عسرت اور تنگی کو مدّ نظر رکھیں۔اور تاکہ فراہمی کے اس مقدر شدہ طریقے سے یہ پتہ بھی چلتا رہے کہ

اس میں غنی ہو جانے والے لوگوں اور فقیر بن جانے والے لوگوں کے شکر کرنے اور صبر کرنے کا حال کیا ہے؟'' (جملہ نمبر 139 تا 142)'' اور اللہ نے اسی طرح روز اول سے ہر چیز اور ہر کام کیلئے ایک وقت اور گھڑی اور عمر پیدا کی ہے اور رزق کی طرح ان میں بھی کمی ہونے اور اضافہ ہونے کی گنجائش رکھی۔ اور موت کو وقت سے پہلے آجانے اور وقت کے بعد آنے کا موقع دیا۔ اور یہ سب کچھ موت کو وجوہات اور اسباب پر منحصر کرنے سے ہوا ہے۔''

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 130 جملہ نمبر 146 تا 148)

بات واضح ہوگئی کہ ہر ذی اختیار مخلوق کے لئے جنت و جہنم ہمہ قسمی خدائی فیصلوں میں گنجائش اور مواقع موجود ہیں۔ جنت حاصل کرے گا تو اپنے اختیار کردہ نیک اعمال کے ذریعہ سے اور جہنم واصل ہوگا تو بھی اپنے اختیار کردہ بُرے اعمال کی بنا پر۔ ایک سادہ سی مثال دیتے ہیں۔ ایک شخص حج کرنا چاہتا ہے اور سفر کے لئے دو سہولتیں موجود ہیں۔ ہوائی سفر یا بحری سفر۔ اس کی قسمت میں لکھا ہے کہ ہوائی سفر کرے گا محفوظ پہنچے گا۔ سمندری سفر پر حادثہ سے دوچار ہوگا۔ اگر صدقہ دے کر روانہ ہوتا ہے تو وہ محفوظ رہے گا۔ اب اس شخص پر منحصر ہے کہ وہ کون سا سفر اختیار کرتا ہے۔ صدقہ دیتا ہے یا نہیں۔ اس کی قسمت کی تمام گنجائشیں اور مواقع موجود ہیں۔ اسی طرح ہم زندگی میں کون سے اعمال اور قدروں پر عمل

کرتے ہیں۔ صاحب اختیار مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم خود اللہ کی فیصلوں جنت یا جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔ اللہ کو خالق و علیم ہونے کی حیثیت سے معلوم ہے کہ فلاں شخص زندگی میں کن راستوں کو اختیار کرکے آخرت کے حتمی فیصلے جنت یا جہنم میں پہنچے گا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ شفاعت اور نئے سرے سے فیصلے تحریر کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

**اللّٰھُم صَلی علٰی محمدٍ و آلِ محمدؐ۔**